عمروکی عیّاری

عُمرو کی عیّاری

داستان طِلسم ہوش رُبا

حصّہ چہارم

اختر رضوی

آگ کی دیواریں

آہن جادُو نے عُمرو، ضرغام اور جانسوز کی گرفتاری کی کوئی خاص پروانہ کی۔ ایک تو اِس وجہ سے کہ وہ اِن تینوں عیّاروں سے پوری طرح واقف تھا، دوسرے اُسے بے ہوش اور قتل کرنے کے لیے اُنھوں نے جو عام طریقے اِختیار کیے تھے اور ناکام ہو کر جس آسانی سے گرفتار ہو گئے تھے، اِس سے اُس کی نگاہوں میں وہ کوئی اُونچا مقام نہ پا سکے تھے۔ ان تینوں کو اُس نے اپنے خیمے کے ستون سے بندھوا دیا اور خُود راگ رنگ میں مشغُول ہو گیا۔

تینوں عیّار بے بسی کے ساتھ اہلِ محفل کو تک رہے تھے۔ آنکھیں خُشک تھیں مگر دِل ہی دِل میں سِسک رہے تھے۔ یہ وقت اُن پر کڑا تھا۔ آہن جادُو جیسے بے ڈھب شخص سے اُنہیں کب واسطے پڑا تھا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ بے

ہوشی مِلا شربت اُس پر کوئی اثر نہ کرے گا۔ خنجر ٹُوٹ جائیں گے مگر اُس کی کھال تک نہ چھلے گی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اپنی گرفتاری پر وہ پچھتا رہے تھے۔ انجام کے بارے میں سوچ سوچ کر ہول کھا رہے تھے۔ مایوسی اور پریشانی کے اِس عالم میں بس ایک ہی بات رہ رہ کر اُمّید کی کرن بن کے عُمرو کے دل میں چمک رہی تھی۔ اور وہ ہے کہ آہن جادُو اُن سے بالکل لاپروا نظر آرہا تھا۔ عام قیدیوں کی طرح اُنہیں ستون سے بندھوا کر اِطمینان کے ساتھ ناچ رنگ سے دِل بہلا رہا تھا۔ ہوتے ہوتے عُمرو کو یقین ہو گیا کہ اگر وہ گانا شروع کر دے تو شاید آہن جادُو کچھ دیر کے لیے اُس کے ہاتھ پیر کھلوا دے اور اِس طرح سے عیّاری کی چادر اُوڑھ کر خود کو اور اپنے ساتھیوں کو آزاد کرانے کا موقع مل جائے۔

یہ سوچ کر عُمرو ایک تڑپا دینے والا راگ الاپنے لگا۔ محفل میں اک بار گی سنّاٹا چھا گیا۔ آہن جادُو سمیت سب ہی حیرت کے ساتھ عُمرو کو دیکھنے لگے۔ عُمرو کی سُریلی آواز اور چبھتی ہوئی دُھن ان کے کانوں میں رس گھولنے لگی۔ اچانک ساز گُونج اُٹھے۔ سازندے عُمرو کی دھن بجانے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے

سماں بندھ گیا۔ محفل پر راگ رنگ کا جادُو چھا گیا۔ لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عُمرو ایک دم خاموش ہو گیا۔ چند لمحے تو لوگ صبر کے ساتھ منتظر رہے۔ مگر جب وقت گزرتا گیا اور عُمرو نے مُنہ نہ کھولا تو سب بے چین ہو گئے۔ آہن جادُو سے برداشت نہ ہو سکا۔ وہ عُمرو سے بولا ”گاؤ! قیدی گاؤ! چُپ کیوں ہو گئے۔“

”حضور!“ عُمرو نے کہا۔ ”میں بندھا ہوا ہُوں۔ اِس حالت میں کیسے گا سکتا ہوں؟“

محفل میں ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ ”اِسے چھوڑ دیجیے۔ ہاتھ پیر کھلوا دیجیے۔ گانا پُورا کرنے دیجیے۔“

یہ وہ وقت تھا کہ افراسیاب باغِ سیب کے چمن میں ملکہ حیرت جادُو کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دونوں شہر ناپُرساں کے محل میں جا کر کچھ دِنوں آرام کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ اچانک افراسیاب کو خیال گزرا کہ کچھ خبر آہن جادُو کی لینا چاہیے۔ شہر ناپُرساں جانے سے پہلے اس مُہم کے بارے میں اِطمینان حاصل کر لینا چاہیے۔ اُس نے کتابِ سامری اُٹھائی۔ لکھا تھا، عُمرو، ضرغام اور

جانسوز کو آہن نے گرفتار لیا ہے۔ جشن منا رہا ہے۔ عُمرو گانا سُنانے کے بہانے آزاد ہونے کی فِکر کر رہا ہے۔

یہ حال معلوم کرتے ہی افراسیاب نے اپنے ہاتھ سے جلد جلد ایک خط آہن جادُو کے نام لکھا۔ سحر پڑھ کر بارہ فولادی پُتلوں کو طلب کیا۔ خط ایک کے ہاتھ میں دے کر حکم دیا کہ دم کے دم آہن جادُو کے پاس پہنچو، اُسے خط دو اور آیندہ وہ جو حکم تمہیں دے اُس پر عمل کرو۔

فولادی پُتلے خط لے کر آڑے اور چند ہی لمحوں میں آہن جادُو کے سامنے جا پہنچے۔ اُس وقت آہن جادُو عُمرو کو ستون سے کھولنے کا حکم دینے ہی والا تھا۔ فولادی پُتلوں کو اچانک سامنے پا کر وہ ہکّا بکّا رہ گیا۔ اہلِ محفل بھی سنّاٹے میں آ گئے۔ عُمرو کا دِل ڈوب گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ پُتلے افراسیاب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ کوئی خاص حکم لائے ہیں، اور اب بات بنتی نظر نہیں آتی۔

اس عرصے میں آہن جادُو نے افراسیاب کا خط پُتلے کے ہاتھ سے لے لیا تھا اور اُسے پڑھ رہا تھا۔ لکھا تھا۔ ”اے آہن جادُو تُو نے بڑا کام کیا جو خطرناک عیّاروں کو یوں آسانی سے گرفتار کر لیا۔ یہ بُہت خطرناک لوگ ہیں۔ اگر تو

باغیوں کی ساری فوج اور اُن کے سارے سرداروں کو گرفتار کر لاتا اور یہ
تین عیّار بچ رہتے تو ہرگز تُجھے ایک پل چین نصیب نہ ہوتا۔ خبردار! عُمرو کے
چکّر میں آکر اس کے ہاتھ پیر نہ کھلوانا۔ ورنہ دوبارہ اس کا ہاتھ آنا ناممکن جاننا۔
فوراً تینوں عیّاروں کو ایسی جگہ قید کر دے جس کے اندر تیرے سوا دوسرا
داخل نہ ہو سکے۔ بس اب تیری منزل آسان ہے۔ میں کچھ دن آرام کرنے
کے لیے ملکہ کے ساتھ شہر ناپُرساں جاتا ہُوں۔ تیری مدد کے لیے یہ بارہ
فولادی پتلے بھیجتا ہُوں۔ یہ نہ بے ہوش ہو سکتے ہیں، نہ ان پر کوئی جادُو یا ہتھیار
اثر کر سکتا ہے۔ یہ تیری حفاظت کریں گے۔ اور جو حکم دے گا بجالائیں گے۔
کل باغیوں سے جنگ کر۔ اُنہیں قتل اور گرفتار کر اور لا کر میرے حضور پیش
کر۔ میں وعدہ کرتا ہُوں کہ ملکہ فرمانیہ سے تیری شادی کر دُوں گا اور فرمانیہ کا
ملک بھی تُجھے بخش دوں گا۔ آخر میں پھِر ہدایت کرتا ہُوں کہ تینوں عیّاروں
کی پُوری چوکسی کرنا۔ ہر طرح اِن سے چوکنا رہنا۔ کوئی چُوک ہو گئی تو بنا بنایا
کام بگڑ جائے گا۔ ذِلّت کے سِوا کچھ تیرے ہاتھ نہ آئے گا۔"

آہن جادُو خط پڑھ کر سنّاٹے میں آگیا۔ حاضرینِ محفل کو اُس کے مضمون سے

لفظ بہ لفظ آگاہ کیا۔ عُمرو اور اُس کے ساتھیوں کے دل میں رہائی کی جو اُمّید پیدا ہو گئی تھی، جاتی رہی۔ آہن جادُو نے محفل ختم کر کے اُنہیں ایک خیمے میں قید کر دیا اور اُس کے گرد ایک آگ کی دیوار جادُو کی قائم کر دی۔ نہ عیّار اِس دیوار سے باہر نِکل سکتے تھے نہ آہن جادُو کے علاوہ دوسرا کوئی اِس کے اندر داخل ہو سکتا تھا۔

اِتّفاق سے اِس محفل میں برق فرنگی اور مہتر قِران بھی بھیس بدل کر آئے ہوئے تھے۔ دوسری طرف ملکہ مہ رُخ کے بھی کُچھ جاسوس وہاں موجود تھے۔ عُمرو، ضرغام اور جانسوز کا انجام دیکھ کر برق فرنگی کو سخت غصّہ آیا۔ جوش میں آ کر اُس نے چاہا کہ آہن جادُو پر خنجر پھینک مارے کہ مہتر قِران نے اُسے سختی سے روک دیا۔

محفل ختم ہونے پر مہتر قِران اور برق فرنگی نے جنگل کی راہ لی۔ ملکہ مہ رُخ کے جاسوس اپنے لشکر گاہ کی طرف چل دیے۔ ایک محفوظ مقام پر بیٹھ کر برق فرنگی نے مہتر قِران سے کہا۔ ”ہمیں زیادہ دُور نہیں جانا چاہیے۔ آدھی رات گزرتے ہی ہمیں آہن جادُو کے لشکر میں پہنچنا ہے اور ساتھیوں کو

چھڑانے کی کوشش کرنا ہے۔"

"جلد بازی کی ضرورت نہیں۔" مہتر قِران نے کہا۔ "ہوش سے کام لو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آہن جادُو ہمارے سارے لشکر کو بھی گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ وہ غیر معمولی طاقت کا مالک ہے۔ اِس سے نپٹنے کے لیے ہمیں کوئی غیر معمولی ترکیب ہی استعمال کرنی پڑے گی۔"

یہ کہہ کر مہتر قِران دُور ایک پہاڑی کی طرف چل دیا۔ برق فرنگی خاموشی سے اُس کے پیچھے ہو لیا۔ مہتر قِران کی بات اُس کے دل کو لگ گئی تھی۔ پہاڑی پر پُہنچ کر دونوں ایک اُونچے اور گھنے درخت میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ یہاں سے اُنہیں اپنے اور آہن جادُو کے لشکر کی جلتی ہوئی مشعلیں صاف چمکتی دکھائی دے رہی تھیں۔

ملکہ مہ رُخ کے جاسوس جب اپنے لشکر میں واپس پہنچے تو وہاں مہ جبین الماس پوش کا دربار لگا ہوا تھا۔ سب لوگ موجود تھے۔ اُنہوں نے جا کر سارا دیکھا سُنا حال سب کے سامنے بیان کیا۔ مہ رُخ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا۔ کچھ دیر خاموشی کے ساتھ سوچنے کے بعد اُس نے شہزادہ اسد سے کہا "آہن جادُو کا

مُقابلہ ہمارے سے بہت مشکل ہے۔ اس مردُود پر نہ بے ہوشی اثر کرتی ہے نہ کوئی ہتھیار۔ پھر اُسے فولادی طِلسمی پُتلوں کی بھی مدد مل گئی ہے۔ ہمیں عُمرو اور اُس کے شاگردوں کی ناکامی اور گرفتاری سے سبق لینا چاہیے۔ میں طِلسم ہوش رُبا کی حد سے باہر نکلنے کا راستہ جانتی ہُوں۔ بہتر ہے کہ سب راتوں رات یہاں سے روانہ ہو جائیں اور امیر حمزہ کے پاس پہنچنے کی کوشش کریں۔ وہ ہم سب سے زیادہ تجربہ کار بھی ہیں اور خُدائی طاقت کے مالِک بھی۔ اُن کے ساتھ ہو کر لڑیں گے تو دُشمن پر آسانی سے فتح پا جائیں گے۔"

شہزادہ اسد یہ سُن کر جوش سے کھڑا ہوا اور تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا۔ "ملکہ صاحبہ! میں آپ کی اس رائے سے اِتّفاق نہیں کر سکتا۔ آپ آہن جادُو کی طاقت اور عیّاروں کی گرفتاری سے کچھ زیادہ ہی خوف زدہ ہو گئی ہیں۔ شاید آپ نہیں جانتیں کہ خواجہ عُمرو اور اُن کے شاگرد اِس سے پہلے بھی کئی بار گرفتار ہو چکے ہیں۔ اور آہن جادُو جیسے طاقت ور جادُوگروں سے اِس سے پہلے بھی ہمارا کئی بار سابقہ پڑ چُکا ہے۔ آپ بالکل پریشان نہ ہُوں۔ عیّار کسی نہ کسی طرح رہا ہو جائیں گے اور کل ہم میدانِ جنگ میں آہن جادُو اور اُس کے

فولادی پُتلوں کو بھی نیست و نابود کر دیں گے۔ آگے بڑھ کر پیچھے ہٹنا اب ہمارے لئے ناممکن ہے۔ بغیر طلِسم فتح کیے نانا جان کے پاس واپس جانا میرے اِمکان سے باہر ہے۔ آپ حوصلے سے کام لیں۔ انشاء اللہ ہم کام یاب ہُوں گے۔"

مہ جبین نے شہزادہ اسد سے اِتّفاق کرتے ہوئے ایک زور دار تقریر کی۔ اِس پر ملکہ مہ رُخ اور سارے درباری جوش میں آ گئے۔ سب نے آخر دم تک لڑنے مرنے کا عہد کیا اور جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔"

دوسرے دِن سورج نکلتے ہی دونوں لشکر آمنے سامنے آ ڈٹے۔ جنگ کے نقّارے زور شور سے بجنے لگے۔ بہادروں کے دل کارنامے انجام دینے کے لیے بے چین ہونے لگے۔ بزدل اور ڈرپوک طرح طرح کے بہانوں سے پچھلی صفوں کی طرف کھسکنے لگے۔ اچانک آہن جادُو کے لشکر میں نعرے بلند ہوئے۔ بیچ کی صفوں نے دائیں بائیں ہٹ کر راستہ بنایا اور اُن میں سے ہوتا ہوا ایک گرانڈیل جادُوگر سردار مست گینڈے پر سوار، میدان کی طرف بڑھنے لگا۔ مہ رُخ کے لشکر میں سے ہر ایک نے اُس پر نگاہیں جما دیں۔

گینڈے پر سوار شخص بڑے غرور کے ساتھ دونوں لشکروں کے درمیان پُہنچ کر رُک گیا۔ حقارت کے ساتھ مہ رُخ کے لشکر پر ایک نگاہ ڈالی اور گرج دار آواز میں کہنے لگا:

"جو نہیں جانتا جان لے۔ جو نہیں پہچانتا پہچان لے۔ میرا نام آہن جادُو ہے۔ شہنشاہ افراسیاب کا ادنیٰ غُلام ہُوں۔ دُشمنوں کے لیے موت کا پیغام ہُوں۔ آج تُم میں سے ایک بھی میرے ہاتھوں قتل یا گرفتار ہونے سے نہ بچ سکے گا۔ نہ دھوکا دے سکے گا نہ بھاگ سکے گا۔ اب جس میں حوصلہ ہو میرے مُقابلے پر آئے۔ اپنا ہنر آزمائے۔ یاد رکھو! اگر تم میں سے کوئی میرے مقابلے کو نہ نِکلا تو زیادہ اِنتظار نہ کروں گا۔ تنہا تُم پر یلغار کر دُوں گا۔ کون آتا ہے؟"

شکیل جادُو اس کی یہ لن ترانی برداشت نہ کر سکا۔ مہ جبین الماس پوش کے تخت کے قریب پُہنچ کر اُس نے جنگ کی اجازت حاصل کی اور اپنے اژدھے کو اُڑاتا ہوا آہن جادُو کے سامنے کا پُہنچا۔ آہن جادُو اُسے پہچان گیا اور کہنے لگا۔ "اے شکیل! مجھے تیری جوانی پر رحم آتا ہے۔ واپس چلا جا۔ کسی دوسرے سورما کو بھیج۔ تُو شہنشاہ کا عزیز بھی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے

ہاتھوں تجھے کوئی نقصان پُہنچے۔"

یہ سُنتے ہی شکیل پُکارا۔ "او بُزدل! کیوں باتیں بناتا ہے۔ میدان میں آیا ہے تو وار کر۔ ہر گز میرا لحاظ نہ کر۔ میں پیٹھ دکھانے والوں میں سے نہیں ہُوں۔ شیر ہُوں۔ بہادُر ہُوں۔ صف شکن ہُوں۔ تُجھے سلامت واپس نہ جانے دوں گا۔"

آہن جادُو نے ایک قہقہہ لگایا "اچھا! تو اپنے حوصلے نکال۔ وعدہ کرتا ہُوں کہ تُجھے قتل نہ کروں گا۔ جیتے جی گرفتار کروں گا۔"

"چل! ہو چُکی بکواس۔ لے میرا وار سنبھال۔" یہ کہہ کر شکیل نے پھُرتی کے ساتھ جھولی سے ایک سیندور لگا ناریل نِکالا اور آہن جادُو کی طرف پھینک مارا۔ ناریل پھٹا اور اُس میں سے سیاہ بل کھاتا ہوا دھواں نکل کر آہن جادُو کے چاروں طرف پھیل گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دھوئیں کی اِس چار دیواری میں کتنے ہی طِلِسمی پنجے نِکلے اور چاروں طرف سے آہن جادُو پر تیر تلوار اور نیزے برسانے لگے۔

یہ مُصیبت دیکھ کر آہن جادُو نے اپنی جھولی میں مٹھی بھر قبرِ جمشید کی خاک

نِکالی اور چاروں طرف دھوئیں پر چھڑک دی۔ پلک جھپکتے میں سارے طِلسمی پنجے غائب ہو گئے۔ دھوئیں کا گھیرا کافور ہو گیا۔ آہن جادُو قہقہے لگانے لگا۔ جھنجھلا کر شکیل نے ایک دوسرا ناریل اُس پر کھینچ مارا۔ ناریل پھٹا اور اُس میں سے لاتعداد آتشیں سانپ اور اژدھے لپلپاتے ہوئے چاروں طرف سے آہن جادُو کی طرف بڑھنے لگے۔ آہن جادُو نے پھر وہی خاک اُن پر اُچھال دی سارے آتشیں سانپ اور اژدھے پانی کے قطرے بن کر زمین پر گرے اور جذب ہو گئے۔

شکیل اپنی اِس ناکامی پر غصّے سے ہونٹ چبانے لگا۔ تیسری بار اُس نے پھر ایک ناریل آہن جادُو کی طرف پھینکا۔ اُس میں بے ہوش کر دینے والا طِلسمی دھواں بھرا تھا۔ آہن جادُو نے اِس بار اُس کے پھٹنے کا انتظار نہ کیا۔ فوراً سحر پڑھ کر دستک دی۔ ناریل درمیان تک پہنچ کر ایک بار گی واپس پلٹا اور شکیل کے قریب پُہنچ کر پھٹ گیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی کے ساتھ ہوا کہ شکیل اس کا کوئی توڑ نہ کر سکا۔ بے ہوشی کا دھواں آناً فاناً اُس کے چاروں طرف پھیل گیا اور اُس کے ناک اور مُنہ میں داخل ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ زمین

پر چِت پڑا تھا۔

مہ رُخ کے جادُوگر شکیل کو اُٹھانے کے لیے لپکے۔ اِس پر آہن جادُو نے اپنے طِلسمی پُتلوں کو حکم دیا۔ ”شکیل کو اُٹھا کر قید میں ڈال دو۔“

حکم پا کر دو پُتلے بڑھے۔ مہ رُخ کے جادُوگروں نے اُنہیں روکنے کی سر توڑ کوشش کی۔ مگر طِلسمی پُتلوں پر اُن کا کوئی جادُو نہ چلا۔ وہ شکیل تک پُہنچے اور اُسے اُٹھا کر تیزی کے ساتھ آہن جادُو کے لشکر میں واپس چلے گئے۔

ملکہ مہ رُخ کا خون کھول اُٹھا۔ شیرنی کی طرح دھاڑتی، مردوں کی طرح للکارتی، وہ آہن جادُو کے سامنے جا پُہنچی۔ آہن جادُو سمجھتا تھا کہ وہ بڑی خطرناک جادُوگرنی ہے۔ اُسے حملے کا موقع دیے بغیر اُس نے بے ہوشی کا ناریل مہ رُخ کی طرف اُچھال دیا۔ ماہ رُخ نے یہ دیکھتے ہی سحر پڑھ کر دستک دی۔ ناریل آدھے راستے ہی سے آہن جادُو کی سمت پلٹ پڑا۔ آہن جادُو نے جلدی جلدی کُچھ پڑھ کر اُس کی طرف پھُونکا۔ ناریل اُس کے قریب آتے آتے اِکبارگی آسمان کی طرف مُڑا اور بُلندی پر جا کر پھٹ پڑا۔ بے ہوشی کا دھواں ہوا میں اِدھر اُدھر پھیل گیا۔ دونوں میں سے کسی کو کوئی نقصان نہ

پہنچا۔

آہن جادُو نے غصّے میں آ کر ایک سیندور لگا انڈا جھولی سے نکالا اور ہاتھ میں لے کر اُس پر جادُو پڑھنے لگا۔ ملکہ مہ رُخ نے پھُرتی کے ساتھ طِلِسمی سوئیوں کا گچھا نکالا اور اُس پر منتر پڑھنے لگی۔ جوں ہی آہن جادُو نے انڈا پڑھ کر مہ رُخ کی سمت اُچھالا، مہ رُخ سوئیوں کا گچھا اپنی جگہ چھوڑ کر بجلی کی سی پھُرتی سے اُڑی اور پلٹ کر اپنے لشکر میں جا کھڑی ہوئی۔ سوئیوں کا گچھا زمین پر گِرا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف دھواں پھیل گیا۔ ایک ہولناک اژدھا اُس دھویں میں سے پیدا ہوا اور آہن جادُو کی طرف مُنہ پھاڑ کر سانس لینے لگا۔ آہن جادُو کا اُچھالا ہوا انڈا دم کے دم میں اُس اژدھے کے منہ کے اندر جا کر غائب ہو گیا اور وہ خود اور اس کا گینڈا بھی لڑھکتا ہُوا بے بسی کے ساتھ اژدھے کے مُنہ کی طرف بڑھنے لگا۔ اژدھے کی سانس کا زور کم کرنے اور اُسے تباہ کرنے کے لیے آہن جادُو نے کئی زور دار منتر پڑھے۔ طرح طرح کے وار اُس پر کیے مگر اژدھے پر اُن کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آہن جادُو اور اس کا گینڈا دم بہ دم اژدھے کے خوفناک دہانے کے قریب پُہنچتے گئے۔

آہن جادُو کے لشکر میں کُہرام مچ گیا۔ اُس کی فوج کے سارے جادُو گر زور زور سے منتر پڑھتے ہُوئے مہ رُخ کے طِلِسمی اژدھے پر آگ پتھّر اور تِیر برسانے لگے۔ لیکن اژدھے کو اُن کے کسی ہتھیار سے کوئی نقصان نہ پُہنچا۔ آہن جادُو اور اژدھے کے دہانے کا فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ اُسے اپنی موت قریب سے قریب تر ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے اور اُس کی فوج کے ہر شخص کے چہرے پر مایوسی چھاتی جا رہی تھی۔ اچانک آہن جادُو کو طِلِسمی پُتلوں کا خیال آیا۔ آخری اُمّید بس یہی ایک رہ گئی تھی۔ پُتلوں کی طرف مُنہ کر کے وہ پوری قوّت سے چِلّایا۔ "اے طِلِسمی پُتلو! مُجھے بچاؤ! یہ ظالم اژدھا مُجھے ہڑپ کیے جا رہا ہے۔"

آہن جادُو کی پُکار ختم نہ ہُوئی تھی کہ طِلِسمی پُتلے اژدھے کی سمت دوڑ پڑے۔ تین پُتلے اُس کے مُنہ کے اندر داخل ہو گئے۔ تین اُچھل کر اُس کے سر اور گردن سے جا چمٹے۔ تین نے دایاں پہلو سنبھالا، تین نے بایاں۔ پھر اندر اور باہر سے اُن سب نے اژدھے کو نوچنا پھاڑنا شروع کر دیا۔ دونوں جانب کے لشکر آنکھیں پھاڑے یہ خوفناک تماشا دیکھتے رہے۔

اِس عرصے میں آہن جادُو نے ایک عجیب پر اسرار کام کیا۔ جھولی میں سے اُس نے ایک کے بعد ایک چار کالے کبوتر نکالے۔ اُن کا سر کاٹا اور دائیں بائیں اُڑا دیا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ سر کٹ جانے کے باوجود کبوتر زندوں کی طرح اُڑتے رہے۔ دو مہ رُخ کے لشکر کے دائیں جانب گئے، دو بائیں جانب۔ تھوڑی ہی دیر میں طلسمی پُتلوں نے مہ رخ کے طلسمی اژدھے کے چیتھڑے اُڑا دیے۔ آہن جادُو نے انہیں واپس جانے کا حکم دیا اور خود بھی اپنے گینڈے کو اپنے لشکر کر طرف موڑ دیا۔ وہ چند ہی قدم چلا ہو گا کہ اُس کے اُڑائے ہوئے سر کٹے کبوتر دونوں جانب سے مہ رُخ کے لشکر کا پورا چکّر کاٹ کر قریب قریب آ گرے۔ اور بُری طرح پھڑ پھڑانے لگے۔

اپنے طلِسمی اژدھے کا انجام دیکھ کر مہ رُخ لا دِل بیٹھ گیا تھا۔ مگر جب اُس نے آہن جادُو اور طلِسمی پُتلوں کو واپس جاتے دیکھا تو اُس کے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ سمجھے کہ طلِسمی اژدھے کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے وہ سب کمزور ہو چکے ہیں۔ سر کٹے کبوتروں کو اُس نے جادُو کی ایسی قربانی تصوّر کیا جو اُس کے خیال میں طلِسمی اژدھے کے مُقابلے میں طلِسمی پُتلوں کو مدد پہنچانے کے لیے کی گئی

تھی۔ وہ اس پُراسرار دھوئیں پر کوئی توجّہ نہ دے سکی جو پھڑ پھڑاتے ہوئے کبوتروں کے پروں سے نِکل رہا تھا۔ اُس کی نگاہیں صرف آہن جادُو پر جمی رہیں۔ اپنے لشکر کے قریب پہنچ کر آہن جادُو نے اچانک کوئی ایسا اشارہ کیا کہ اُس کی ساری فوج اِکبارگی پلٹی اور مہ رُخ کے لشکر کی طرف پیٹھ کر کے کوچ کرنے لگی۔ اب مہ رُخ کا رہا سہا شبہ بھی جاتا رہا اُسے یقین ہو گیا کہ آہن جادُو اپنی طاقت کھو بیٹھا ہے اور دم لینے کی خاطر پیچھے ہٹ رہا ہے۔ اُس نے اپنے سارے لشکر کو آہن جادُو پر دھاوا بولنے کا حکم دے دیا۔ شہزادہ اسد نے بھی اُس کی پیروی کی اور اُس نے بھی اپنے بہادروں کو آہن جادُو کے لشکر کا تعاقب کرنے کا اشارہ کیا۔ زور دار نعرے لگاتے سب کے سب بپھری ہوئی سمندری موجوں کی طرح دشمن کی طرف چڑھ دوڑے۔

یہ رنگ دیکھ کر آہن جادُو کے لشکر نے اپنی رفتار پہلے سے دوگنی بڑھا دی۔ مہ رُخ اور اُس کے لشکر کے حوصلے اور بڑھ گئے۔ اُنھوں نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی۔ فتح اب اُنھیں اپنے قدموں پر لوٹتی دکھائی دینے لگی تھی۔ لیکن ابھی وہ پھڑ پھڑاتے ہوئے کبوتروں کے زیادہ قریب نہ ہونے پائے تھے کہ اچانک

اُنہیں اپنے اور آہن جادُو کے لشکر کے درمیان آگ کی ایک زبردست دیوار کھڑی دِکھائی دی۔ اُن کے قدم رُک گئے۔ چند لمحوں بعد اُنہوں نے دائیں جانب کی طرف گھوم کر آگے نکل جانے کی کوشش کی مگر دیکھتے ہی دیکھتے آگ کی دیوار نے بڑھ کر اُدھر سے بھی اُن کا راستہ روک لیا۔ بائیں جانب مُڑے، تھوڑی ہی دیر میں آگ کی دیوار اُدھر اُدھر پھیل گئی۔ مجبور ہو کر وہ پیچھے کی طرف مُڑے لیکن کچھ دیر بعد اُس طرف بھی آگ کی دیوار آموجود ہوئی۔ اب حالت یہ تھی کہ آگے پیچھے، دائیں، بائیں، ہر طرف وہ آگ کے ایک بُہت بڑے گھیرے میں گِھر کر رہ گئے تھے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُوپر کے حصّے پر دھوئیں کے بادل چھا گئے۔ جو جادُوگر اُڑ کر باہر نِکل جانا چاہتے تھے دھوئیں کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ جو اُوپر پہنچتا دُوسرے ہی لمحے بے ہوش ہو کر گِر پڑتا۔ ملکہ مہ رُخ، دل آرام اور اُن کی فوج کے سارے جادُوگروں نے آگ اور دھوئیں کے اس گھیرے کو ختم کرنے کے لئے اپنے سارے جادُو منتر آزما ڈالے لیکن سب بے کار گئے۔ نہ اُوپر دھوئیں کی چھت میں کوئی سوراخ ہو سکا نہ اِرد گِرد کی آگ کی دیواروں

ہی میں ایسا شگاف ہو سکا کہ وہ اس میں سے ہو کر باہر نِکل جاتے۔

اچانک مہ رُخ نے محسوس کیا کہ آگ کا گھیرا دھیرے دھیرے حرکت کرنے لگا ہے اور وہ آہن جادُو کے لشکر کے پیچھے پیچھے جارہا ہے۔ اب اصل بات اُس کی سمجھ میں آئی۔ اسد اور اپنے دوسرے سرداروں کو مخاطب کر کے وہ چِلّائی۔ ”سارے ڈیرے خیمے اُٹھا لو۔ کھانے پینے کا سامان سنبھال لو۔ حوصلے بلند رکھو۔ گھیرے کی حرکت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے رہو۔“

لشکر والوں نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔ سامانِ سفر جلد جلد باندھا اور آتشیں گھیرے کے ساتھ آگے حرکت کرنے لگے۔ ملکہ نے یہ بات کِسی سے نہ کہی تھی کہ آہن جادُو نے سب کو گرفتار کر لیا ہے اور اِسی حالت میں انہیں افراسیاب کے پاس لے جاتا ہے۔ لیکن جُوں جُوں وقت گزرتا گیا، یہ بات سب کی سمجھ میں آتی گئی۔ آگ کا گھیرا انہیں گھیرے میں لیے ہوئے دِن بھر ایک جیسی رفتار سے آگے بڑھا رہتا۔ وہ رات ہونے پر ٹھہر جاتا۔ سب ڈیرے خیمے کھڑے کر کے آرام کرتے۔ اور دوسرے دن صُبح گھیرے کی حرکت کے ساتھ سفر شروع کر دیتے۔ چند دِنوں بعد وہ اِس سفر کے عادی ہو

گئے۔ خُوف و ہراس سب کے دِلوں سے نِکل گیا۔ تقدیر پر بھروسہ پیدا ہو گیا۔ اچھّے بُرے انجام کو بھگتنے کے لیے وہ ہنسی خوشی آمادہ ہو گئے۔

اُدھر آہن جادُو نے پہلے دِن سفر کرنے کے بعد رات کو ایک جگہ قیام کیا تو فوراً ہی ایک خط افراسیاب کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ لکھا تھا "حضور کے اقبال اور سامری کی عنایت سے میں نے سارے باغیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ تین عیّار پہلے ہی میرے قبضے میں آ چکے تھے۔ باقی کے سارے لشکر کو میں نے آگ کی دیوار میں قید کیا ہے۔ اِس طرح کہ دُشمن کے لشکر کا ایک چوہا بھی اس سے باہر نِکل کر نہیں جا سکتا۔ لیکن ان سب کو لے کر دریائے خُون پار کرنا اور شہر ناپُرساں میں حضور کے سامنے پیش کرنا، میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا حکم فرمایئے کہ ان سب کو لے کر کہاں پہنچوں اور کِس طرح حضور کے سامنے پیش کروں۔"

افراسیاب یہ حال معلوم کر کے خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ جواب میں اس نے لکھ بھیجا۔ "تم نے مُجھے خُوش کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہُوں کہ ایک ہی جگہ پر باغیوں کو سزا اور تمہیں اِنعام دوں۔ اِس لیے بہتر ہے کہ تم مُلک فرمانیہ کا رُخ

کرو اور وہاں کی ملکہ کے سرحدی باغ میں پہنچو۔ میں بھی ملکہ حیرت کے ساتھ روانہ ہو رہا ہُوں۔"

اِس حکم کے بعد آہن جادُو خُوشی خُوشی ملک فرمانیہ کی سمت سفر کرنے لگا۔

افراسیاب ملکہ حیرت اور اپنے سرداروں کو ساتھ لے کر باغِ فرمانیہ میں جا پُہنچا۔ اُس نے ملک کے سارے جلّادوں کو طلب کیا اور اُنہیں حکم دیا کہ باغ کے اِرد گرد قطار در قطار پھانسیاں اور سُولیاں تیار کریں تا کہ آنے والے باغیوں کو ان پر لٹکا کر دوسروں کے لیے عبرت کی مثال قائم کی جائے۔ ہزاروں جلّاد حکم کے مطابق کام میں لگ گئے۔ پھانسیاں اور سُولیاں تیار کرنے کا کام زور و شور سے شروع ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی افراسیاب نے یہ حکم بھی جاری کر دیا کہ ملکہ فرمانیہ اور آہن جادُو کی شادی کی بھی دھوم دھام سے تیاری کی جائے۔ مُلک طِلِسم ہوش رُبا کا ہر بادشاہ اور نامور سردار اس میں شریک ہو اور دولھا دُلھن کو تُحفے پیش کرے۔ جس دم باغیوں کو پھانسی اور سُولی پر لٹکایا جائے گا اسی وقت شادی کی رسم ادا کی جائے گی اور جشنِ فتح منایا جائے گا۔

یہ احکام جاری ہونے پر پُورے طلِسم ہوش رُبا میں ہلچل مچ گئی۔ افراسیاب کی ہیبت لوگوں کے دلوں پر پہلے سے زیادہ چھا گئی۔ بادشاہ اور امیر تحفوں نذرانوں کی فکر میں لگ گئے۔ تماش بین یہ غیر معمولی تماشا دیکھنے کے لیے باغِ فرمانیہ پُہنچنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

ملکہ فرمانیہ نے مُلک کے سارے شہروں اور قصبوں کو آراستہ کرنے کا حکم جاری کیا اور آہن جادُو کے استقبال کی تیاریوں میں لگ گئی۔ باغِ فرمانیہ جانے کے لیے آہن جادُو کو قیدیوں کے ساتھ اُس کی راجدھانی کے قریب ہی سے ہو کر گزرنا تھا۔ افراسیاب سے اُس نے اِس بات کی اجازت حاصل کر لی تھی کہ وہ آہن جادُو کا استقبال کرے گی اور دو ایک دن اُس کی اور اُس کی ساری فوج کی مہمانی کرے گی۔ راستے میں اُس نے دُور دُور تک ہرکارے بِٹھا دیے تھے جو اُسے آہن جادُو کے لشکر کی پَل پَل کی خبر تھے۔

جب ہرکاروں نے ملکہ کو آ کر بتایا کہ آہن جادُو کی فوج اب صرف چند کوس دور رہ گئی ہے تو وہ پوری شان و شوکت کے ساتھ اُس کا استقبال کرنے کے لیے نِکل کھڑی ہوئی۔ شہر کی آبادی کو اُس نے حکم دیا کہ شاہراہ کے دونوں

جانب کھڑے ہو جائیں اور خوش آمدید کے نعرے لگاتے ہوئے آنے والوں پر پھول پتیاں برسائیں۔

بڑھتے بڑھتے ملکہ اور آہن جادُو جیسے ہی ایک دوسرے کے سامنے ہُوئے، دونوں جانب سے نعروں، شہنائیوں اور ڈھول تاشوں کے شور نے آسمان سر پر اُٹھالیا۔ آہن جادُو گینڈے سے اُتر کر ملکہ کے تخت کی طرف دوڑ پڑا۔ ملکہ نے اُسے اپنے برابر تخت پر بیٹھالیا۔ وہاں سے دونوں ساتھ ساتھ راجدھانی کی طرف چل دیئے۔ طِلسمی پُتلوں نے تخت کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ راستے کے دونوں جانب سے اُن پر پھولوں کی برسات ہونے لگی۔

ملکہ فرمانیہ

مہتر قِران اور برق فرنگی نے پہاڑی کے درخت میں چھپے ہوئے آہن جادُو اور ملکہ مہ رُخ کی جنگ کا حال غور سے دیکھا تھا۔ جب مہ رُخ کے لشکر کے اِرد گرد اُنہوں نے آگ کی دیواریں لہراتی دیکھیں تو پہلے تو اُن کے مُنہ سے چیخیں نِکل گئیں۔ وہ سمجھے یہ آگ سارے لشکر کو جلا کر رکھ دے گی۔ مگر جب آہن جادُو نے وہاں سے کوچ کیا اور آگ کا گھیرا اُس کے پیچھے پیچھے آگے بڑھنے لگا تو اُن کی جان میں جان آئی۔ مہتر قِران نے اندازہ کر لیا کہ آگ نے صِرف اُنہیں گھیرے میں لے رکھا ہے اور اِس طرح اُن سب کو گرفتار کر کے لے جایا جا رہا ہے۔ اب اِس جگہ چھپے رہنا اُن کے لیے بے کار تھا۔ دُور دُور رہتے ہوئے وہ بھی آہن جادُو کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔

شام ہونے پر جب ایک جگہ آہن جادُو نے پڑاؤ ڈالا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا تو برق فرنگی نے مہتر قِران سے کہا۔ ”استاد! اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ یا تو آپ بھی میرے ساتھ بڑے استاد کو چھڑانے کے لیے دُشمن کے لشکر میں چلیے یا پھر مجھے اجازت دیجیے۔ اس طرح دُور دُور رہتے ہوئے تو ہم کچھ بھی نہیں کرسکتے۔“

مہتر قِران خُود بھی یہی سوچ رہا تھا۔ اس نے کہا ”ٹھیک ہے۔ ہم ضُرور چلیں گے۔ لیکن ایک شرط ہے۔ جب تک طِلسمی پُتلوں کا کوئی توڑ نہیں نِکلتا، نہ تُم آہن جادُو پر حملہ کرنے کی کوشش کرنا نہ بڑے اُستاد کو بچانے کے سلسلے میں جلد بازی کرنا۔ ہمارا صِرف یہ مقصد ہو گا کہ دُشمن کے قریب رہ کر اُس کے منصوبوں اور اِرادوں کا حال معلوم کرتے رہیں اور بہترین موقع کا انتظار کریں۔“

”بہت بہتر!“ برق نے کہا۔ ”آپ کے مشورہ سے یا اشارے کے بغیر میں کوئی حرکت نہ کروں گا۔ جیسی ہدایت دیں گے ویسا ہی کروں گا۔“

اِس گفتگو کے بعد دونوں چھُپتے چھپاتے آہن جادُو کے لشکر کی طرف بڑھنے

لگے۔ قریب پہنچنے پر جھاڑیوں کے ایک کُنج کے بیچ میں گھاس پر اُنہیں دو آدمی بیٹھے نظر آئے۔ وہ آپس میں کِسی بات پر بحث کر رہے تھے۔ اُن کی باتوں سے عیّاروں کو پتا چلا کہ وہ آہن جادُو کے خاص خیمہ بردار ہیں اور لین دین کے کِسی معاملے پر آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔

مہتر قِران نے تاک کر غُبارۂ بے ہوشی اُن میں سے ایک کے مُنہ پر کھینچ مارا۔ غبارہ پھٹتے ہی اُس سے جو گیس نِکلی اُس نے دونوں کو بے ہوش کر دیا۔ مہتر قِران اور برق فرنگی آگے بڑھے۔ اُن کا لباس اُتار کر پہنا، اپنا اُن کو پہنایا۔ پھر ہاتھ پیر باندھ کر اُنہیں جھاڑیوں کے بیچ میں ڈال دیا اور خود اُن کا بھروپ بھر کر آہن جادُو کے خدمت گاروں میں جا شامل ہوئے۔ پہلی ہی رات اُنہیں پتا چل گیا کہ لشکر میں شامل ہونا اُن کے لیے ہرگز کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا۔ دِن کو سفر کرتے وقت عُمرو، ضرغام اور جانسوز طِلسمی پُتلوں کی کڑی نگرانی میں رہتے ہیں اور رات کو اُنہیں ایک خیمے میں قید کر کے اُس کے گرد آگ کی چار دیواری کھینچ دی جاتی ہے۔ یوں نہ اُنہیں دِن میں چھڑانے کی کوشش کی جا سکتی ہے نہ رات کو۔ دل پر پتھّر رکھ کر اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ سفر ختم ہونے

اور کسی مناسب موقع کا انتظار کیا جائے۔

دوسری رات البتّہ اُن کے دِلوں میں اُمّید نئی کرن پھُوٹی۔ افراسیاب کا خط آہن جادُو کو مل چکا تھا جس میں اُس نے لشکر کو ملک فرمانیہ کی سمت کُوچ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اُنہوں نے خیال کیا کہ آہن اور ملکہ فرمانیہ کے پاس ضُرور دو ایک دن ٹھہرے گا اور اس سے پہلے ملکہ کے پاس پہنچ کر کوئی تدبیر کی جاسکتی ہے۔ یہی کُچھ سوچ کر اگلی رات دونوں آہن جادُو کے لشکر سے نِکلے اور دوڑتے بھاگتے دو تین دنوں کی مسافت ایک دن میں طے کرتے ملکہ فرمانیہ کی راجدھانی جا پُہنچے۔

اُنہوں نے شہر کے حالات معلُوم کرنے کے خیال سے تاجروں کے بھیس میں ایک بڑی سرائے میں قیام کیا۔ اِتّفاق سے اُسی روز سرائے میں اُن کی ملاقات دو ایسے مشہور آتش بازوں سے ہو گئی جنہیں ملکہ فرمانیہ نے آتش بازی بنانے کے لیے پڑوس کے ملک سے بُلوایا تھا۔ اُن آتش بازوں نے اپنے آنے کی اطلاع ملکہ کو بھجوا دی۔ مگر ابھی اُنہیں اُس کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع نہ مِلا تھا۔

مہتر قِران اور برق فرنگی ملکہ فرمانیہ کے ہرکاروں کا بہروپ بھر کر آتش بازوں کے پاس آئے اور کہنے لگے "ملکہ عالیہ نے آپ کو طلب کیا ہے۔"

دونوں آتش باز مُنتظر بیٹھے تھے۔ فوراً اُن کے ساتھ ہو لیے۔ عیّار اِنہیں ملکہ فرمانیہ کے محل کے بجائے شہر کے باہر لے گئے اور ایک سُنسان مقام پر پہنچ کر دونوں کو بے ہوش کر دیا۔ پھر اُن کا لباس پہنا، اپنا اُنہیں پہنایا۔ اور اُنہیں جھاڑیوں میں چھُپا کر، اپنی شکل و صورت ان جیسی بنا کر، سرائے میں واپس آ گئے۔

وہاں ایک مجمع میں جشن کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ وہ دونوں بھی اِس مجمع میں کھڑے ہو گئے۔ ہوتے ہوتے بات اس باغ کی ہونے لگی جس میں مہمانوں کے ٹھہرانے کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ ایک شخص نے اُس بارہ دری کی تعریف کرنی شروع کر دی جسے جشن کے موقع پر آہن جادُو اور اُس کے ممتاز سرداروں کے بیٹھنے کے لیے آراستہ کیا جا رہا تھا۔ ایک بوڑھے نے کہا "اُوپر کا تُم نے ٹھیک بیان کیا۔ مگر تم یہ نہیں بتا سکتے کہ اس بارہ دری کے نیچے کیا ہے۔"

پہلے نے اُس کا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا "یہ کیا بڑی بات ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ جس چبوترے کے اُوپر بارہ دری بنی ہوئی ہے اُس کے نیچے ہزاروں من پتھّر اور مٹّی دبی ہوئی ہے۔"

"بس کھا گئے مات۔ اِسی لیے کہا جاتا ہے کہ جوانوں کو بوڑھوں کے سامنے بڑھ چڑھ کر بات نہیں کرنی چاہیے۔" بُوڑھے نے کہا۔ "سنو! اس چبوترے کے نیچے پتھّر اور مٹّی نہیں۔ بہت بڑا تہہ خانہ ہے۔ کبھی وہاں ایک بُہت بڑا حوض تھا اور ملکہ وہاں تیرنا سیکھا کرتی تھی۔ تہ خانے میں دو سُرنگیں ہیں۔ ایک اس تالاب کی تہ سے ملی ہوئی ہے جو بارہ دری کے سامنے موجیں مارتا رہتا ہے، دوسری تہ خانے سے ہو کر باغ کے پیچھے کافی دُور گھاس کے ایک میدان تک چلی گئی ہے۔ پہلی سُرنگ تہ خانے میں پانی بھرنے کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ دوسری پانی کی نکاسی کے لیے۔ سمجھ گئے۔"

یہ کہہ کر بوڑھے نے فاتحانہ قہقہہ لگایا۔ نوجوان شرمندہ ہو گیا سب لوگ بوڑھے کو تعریفی نگاہوں سے دیکھنے لگے اور مہترِقران برق فرنگی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر آگے بڑھ گیا۔

”مقدر ہمارا ساتھ دے رہا ہے۔“ مہتر قِران نے برق کا ہاتھ دباتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

برق بھی اُس کے اشارے کو سمجھ گیا۔ اس نے جواب دیا۔ ”میرا بھی دل یہی گواہی دے رہا ہے۔“

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ملکہ فرمانیہ کا ایک سپاہی آتش بازوں کو ڈھونڈتا ہوا اُن کے پاس آ پہنچا۔ اُس نے حکم دیا۔ ”ملکہ نے تم لوگوں کو ابھی اور اِسی وقت محل میں بُلایا ہے۔“

”چلیے ہم تیار ہیں۔“ مہتر قِران نے جواب دیا۔ تینوں سرائے سے چل دیے۔

محل میں پُہنچ کر جیسے ہی اُنہوں نے جھک کر ملکہ کو سلام کیا، اس نے پُوچھا۔

”تم نے کِسی مسافر یا شہر کے کِسی آدمی کو یہ بات بتائی ہے کہ تُم آتش بازی بنانے کے لیے بُلوائے گئے ہو؟“

ملکہ کا یہ سوال مہتر قِران کو عجیب سا لگا لیکن اُس نے فوراً ہی جواب دیا۔ ”شہر کے لوگوں کو تو نہیں البتّہ چند مسافروں کو ہم نے یہی بتایا ہے۔“

”اور سرائے کے مالک کو؟“ ملکہ نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ ملکہ مُعظّمہ!“ مہتر قِران نے جواب دیا”سرائے کے مالک کو بھی ہم نے یہی بتایا ہے۔“

”دیکھو!“ ملکہ نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ ”بات یہ ہے کہ میں چاہتی ہُوں لوگوں کو اچانک آتش بازی کا تماشا دکھا کر حیران کر دوں۔ تم جا کر سرائے کے مالک سے کہہ دو کہ ملکہ نے آتش بازی تیار کرانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ اِس کے بعد تم یہاں چلے آنا تُمھیں خفیہ طور پر آتش بازی تیار کرنی ہو گی۔ ویسے مجھے ابھی بتا دو، تُمھیں کِس کِس چیز کی ضرورت ہو گی؟“

”حضور کے حکم کی حرف بحرف تعمیل کی جائے گی۔“

مہتر قِران نے ادب سے کہا”اگر ہمیں یہاں گیلی زمین مل گئی تو یقین کیجیے ہم ایسی آتش بازی پیش کریں گے کہ اِس سے بہتر نہ کسی نے دیکھی ہو گی نہ سُنی۔“

ملکہ نے کہا۔ ”شہر کے اندر باہر سب طرف کی زمینیں دیکھ ڈالو جو ٹکڑا تُمھیں پسند آئے بتا دینا۔ وہیں تمہارے لئے شامیانے قناتیں کھڑی کر دی جائیں گی۔“

"بس! تو آپ صرف پانچ سو بوری اعلیٰ قسم کی بارود کا انتظام فرمائیں۔" مہتر قران نے کہا۔ "باقی چیزیں ہم خُود بازار سے خرید لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" ملکہ نے کہا۔ "کل اس وقت تک بارود کا انتظام ہو جائے گا۔ آ کر جگہ بتا دینا۔ شام سے پہلے پہلے تمہارے ڈیرے خیمے تیار ہو جائیں گئے۔"

ملکہ سے رُخصت ہو کر دونوں عیّار محل کے باغ کے پیچھے جا پہنچے اور گھاس کا وہ میدان تلاش کرنے لگے جِس کے بارے میں اُنہوں نے سُنا تھا کہ وہاں سُرنگ کا دروازہ ہے۔ کافی دیر تک اِدھر اُدھر بھٹکتے رہنے کے بعد وہ گھاس کے ایک میدان میں جا پُہنچے مگر چاروں طرف غور سے دیکھنے کے باوجود کہیں انہیں کِسی سُرنگ کے دروازے کے آثار دکھائی نہ دیے۔ اچانک اُن کی نگاہ جھاڑیوں کے ایک جھنڈ پر جم کر رہ گئی۔ اُس مقام سے میدان غیر ہموار اونچائی میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ تھوڑی سی محنت کے بعد اُس جھنڈ کے پیچھے چھُپا ہُوا سُرنگ کا مُنہ اُنہوں نے دریافت کر لیا۔ وہ خُوشی خُوشی سرائے واپس چلے آئے۔ رات بڑے آرام سے گزاری۔ اُن کو یقین ہو گیا تھا کہ جو منصُوبہ وہ بنا رہے ہیں آخر کار کامیاب ہو گا۔

دوسرے دن اُنہوں نے ملکہ کے سامنے اُسی گھاس والے میدان کا ذکر کیا۔ ملکہ نے اُن کی اِس پسند پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ اِس پر اُنہوں نے درخواست کی کہ میدان میں دو خیمے اور سات شامیانے لگوا دیے جائیں۔ ان کے گرد ایک کے بعد ایک کُل سات اُونچی قناتیں گھیر دی جائیں اور سپاہیوں کو حکم دے دیا جائے کہ کسی سمت سے کوئی بھی شخص ہمارے سوا اِن قناتوں کی طرف نہ جانے پائے۔ ملکہ نے فوراً احکام جاری کر دیے۔

وہ رُخصت ہونے لگے تو ملکہ نے کہا "شامیانے قناتیں لگتے ہی بارود کے بورے وہاں پُہنچنا شروع ہو جائیں گے۔" پھر اشرفیوں کی ایک تھیلی اُن کی طرف بڑھاتے ہوئے ہدایت کی۔ "اور رقم کی ضرورت ہو تو آ کر لے جانا۔ مگر یاد رکھو! مہمانوں کے پُہنچنے سے ایک دن پہلے ساری آتش بازی تیار ہو جائے۔ اور جیسے ہی مہمان آ کر بارہ دری میں بیٹھیں، آتش بازی چھوڑنے کا سلسلہ شُروع ہو جائے۔"

"بہت بہتر! ایسا ہی ہو گا۔" مہتر قِران نے کہا۔ "ایک دن پہلے ہم آپ کو ساتھ لے جا کر ساری آتش بازی دکھا دیں گے۔"

یہ کہہ کر دونوں عیّار گھاس کے میدان کی طرف چل دیے۔ اُن کے وہاں پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد خادم قناتوں اور شامیانوں کے چھکڑے لے کر آ پہنچے اور شام ہونے سے پہلے پہلے عیّاروں کی ہدایت کے مطابق اُنہیں لگا کے رُخصت ہو گئے۔ اِس کے بعد خچروں، اونٹوں اور چھکڑوں پر بارود کے بورے آنے شروع ہو گئے۔ عیّاروں نے اُنہیں اپنی پسند کے شامیانے کے نیچے رکھوانا شروع کر دیا۔ جلد ہی یہ کام بھی ختم ہو گیا اور خادموں کو رخصت کر کے دونوں عیّار اپنے کام میں لگ گئے۔

آہن جادُو کے آنے سے ایک دن پہلے شام کے وقت مہتر قِران ملکہ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ ”حضور! ساری آتش بازیاں تیار ہیں۔ چل کر ایک نظر دیکھ لیجیے۔“

ملکہ اپنے وزیر کو لے کر اُس کے ساتھ ہو لی۔ مہتر قِران کی درخواست پر ملکہ نے اپنے مُحافظوں کو قناتوں سے خاصے فاصلے پر چھوڑ دیا اور وزیر کو ساتھ لیے ہُوئے بے دھڑک مہتر قِران کے ساتھ قناتوں میں چلی آئی۔ کوئی آدھے گھنٹے کے بعد ملکہ اور اس کا وزیر دونوں باہر آئے۔ مہتر قِران اُن کے ساتھ نہ

تھا۔ دونوں بہت خُوش نظر آ رہے تھے۔ واپس جا کر وہ آہن جادُو کے استقبال کی تیاریوں میں لگ گئے۔

دوسرے دِن ملکہ نے آہن جادُو کا شاندار استقبال کیا۔ اُسے اپنے ساتھ تخت پر بٹھا کر باغ میں لائی اور اُس خیمے میں ٹھہرایا جو خاص طور سے اُس کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ ملکہ کے وزیر نے آہن جادُو کے سرداروں کی پیشوائی کی اور سب کو حسبِ حیثیت آہن جادُو کے اِرد گرد کے خیموں میں لا کر ٹھہرایا۔ دوسرے سرداروں نے آہن جادُو کے لشکر کا استقبال کیا اور انہیں شہر پناہ کے باہر کے خیموں میں اُتارا۔ ملکہ مہ رُخ کے لشکر پر البتّہ کسی نے توجہ نہ دی۔ وہ لوگ باہر کی دُنیا سے بے خبر آگ کی دیواروں میں محصور رہے۔ اُن کے کھانے پینے کا سامان ختم ہو رہا تھا۔ لیکن کسی کو اُن کی پروانہ تھی۔ عُمرو، ضرغام اور جانسوز بھی اُن کی طرح آگ کی چار دیواری کے اندر قید تھے اور ہاتھ پیر کھلے ہونے کے باوجود اپنی رہائی کے لیے کُچھ نہ کر سکتے تھے۔

دِن کے باقی حصّے میں آہن جادُو اور اُس کے سرداروں نے آرام کیا۔ نہا دھو کر سفر کی تھکن کو دُور کیا۔ شام کے وقت سب سج دھج کر بارہ دری میں جا

بیٹھے۔ آہن جادُو کے پیچھے طلِسمی پُتلے کھڑے اُس کی حفاظت کر رہے تھے۔
دائیں جانب ملکہ کی کرسی خالی تھی۔ اس سے ہٹ کر جڑاؤ مونڈھوں کی
قطاریں تھیں جن پر آہن جادُو کے سارے نامور جادُوگر سردار اپنے اپنے
مرتبہ کے مطابق بیٹھے تھے۔ اچانک باغ کے دروازے کی شہنائیاں گونجنے
لگیں۔ یہ اِس بات کی علامت تھی کہ ملکہ فرمانیہ آرہی ہے۔ چند لمحوں بعد
کنیزوں کے جھُرمٹ میں ملکہ اِس طرح آتی دکھائی دی جیسے ستاروں کے
درمیان چاند ہوتا ہے۔

آہن جادُو سمیت سب ملکہ کی تنظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ملکہ کے برابر
ایک کنیز سونے کے تھال میں رکھا ہوا گلاب کا ہار لیے چل رہی تھی جو اعلیٰ
قسم کے گلاب کے عطر میں بسا ہوا تھا۔ قریب پُہنچ کر ملکہ نے وہ ہار آہن جادُو
کے گلے میں ڈال دیا۔ پھر ایک دم سازندوں نے ساز چھیڑ دیے۔ جشن
شروع ہو گیا۔ ملکہ کچھ دیر آہن جادُو کی برابر والی کرسی پر بیٹھی رہی۔ پھر اُس
نے سرگوشی میں آہن جادُو سے کہا۔ "میں جاتی ہُوں۔ ایک خاص پروگرام کا
انتظام کرکے ابھی آتی ہُوں۔" یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔

جشن جاری رہا۔ ناچ رنگ کی محفل گرم ہوتی گئی۔ آہن جادُو کے سوا سب بھُول گئے کہ ملکہ موجود ہے یا نہیں۔ کِسی کو اِس بات کی پروانہ رہی کہ وہ آئے بھی یا نہیں۔ ناچ اور سازوں کے جادُو نے انہیں بے خُود کر دیا تھا۔ بس ایک آہن جادُو تھا جو ملکہ کی خالی کرسی کو دیکھ دیکھ کر بے چین ہو رہا تھا اور بار بار باغ کے دروازے کی جانب تکنے لگتا تھا۔

اچانک ایک خوفناک دھماکا ہُوا۔ بارہ دری کے چبوترے کے نیچے سے جوالا مُکھی پہاڑ پھٹ پڑا۔ چبُوترا تنکے کی مانند آسمان کی طرف اُڑا اور تیز شُعلوں سے پگھل کر غائب ہو گیا۔ اُس پر بیٹھے ہوئے سارے لوگ آہن جادُو اور طِلسمی پُتلوں سمیت جل کر راکھ ہو گئے۔ چبُوترے کے اِرد گرد بلکہ پورے باغ میں موجود لوگ کوئلے بن گئے۔ دھماکے کی طاقت سے ملکہ کا محل اور اِرد گرد کی دوسری عمارتیں تباہ ہو گئیں۔ دُور دُور کی زمین لرز اُٹھی۔ شہر میں کہرام مچ گیا۔

عین اِسی وقت آگ کا وہ گھیرا جو کہ ملکہ مہ رُخ کے لشکر کو گھیرے ہوئے تھا، کافور ہو گیا۔ عُمرو، ضرغام اور جانسوز کے خیمے کے گِرد کی آتشیں چار دیواری

بھی فنا ہو گئی۔ آہن جادُو کے لشکر میں افراتفری پھیل گئی۔ لیکن ابھی کوئی بھی صحیح بات نہ سمجھ پایا تھا کہ آندھیاں چلنے لگیں۔ تاریکی بڑھنے لگی۔ آہ و بُکا کی صدائیں گونجنے لگیں۔ اور پھر جب یہ طِلسمی شور کم ہوا تو آہن جادُو اور اُس کے سردار جادُوگروں کی روحیں اُن کی موت کا اعلان کرنے لگیں۔ عُمرو اور اُس کے قیدی شاگردوں نے یہ سُنتے ہی اپنے خنجر نِکال لیے اور بجلی کی سی پھُرتی سے اِرد گرد کے جادُوگروں کو قتل کرنے لگے۔ ملکہ مہ رُخ اور اُس کے لشکر کے حوصلے بھی بُلند ہو گئے۔ ملکہ نے جادُوگروں کے مرنے پر پیدا ہونے والی آندھی اور تاریکی کے توڑ کا منتر پڑھ کر تالی بجائی اور اپنے سارے لشکر کو آہن جادُو کے لشکر پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دے دیا۔

شہر پناہ کے باہر ساری رات ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ آہن جادُو کی موت کا اعلان سُن کر اس کے لشکر کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ ہر شخص لڑنے سے جی چُرا رہا تھا اور جان بچانے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگ رہا تھا۔ لیکن ان کے ایک جانب فرمانیہ کی راجدھانی کی شہر پناہ تھی اور تِین جانِب سے ملکہ مہ رُخ اور اسد کے لشکر نے گھیرا کر رکھا تھا۔ صُبح ہوتے ہوتے آہن جادُو کا آدھے

سے زیادہ لشکر مارا گیا۔ جو بچ رہے ہتھیار پھینک کر امان امان پکارنے لگے۔

یہ رنگ دیکھ کر مہ رُخ اور اسد نے اپنے سپاہیوں کو ہاتھ روکنے کا حکم دیا۔ ہتھیار ڈالنے والے سارے دشمن گرفتار کر لیے گئے۔ اُن کی حفاظت کے لیے کچھ آدمی مقرر کر کے مہ رُخ اور اسد نے شہر کا رخ کیا۔ شہر کے سارے لوگ فصیلوں پر چڑھ آئے تھے اور امان امان پُکار رہے تھے۔ مگر قول لینے سے پہلے دروازہ کھولنے پر آمادہ نہ ہو رہے تھے۔ مہر نے وعدہ کرنے سے انکار کیا اور اپنے آدمیوں کو فصیلوں پر چڑھ جانے کا حکم دے دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سیڑھیاں اور لکڑی کی بُرجیاں فصیل کی طرف بڑھنے لگیں۔ عین اِسی موقع پر شہر پناہ کا دروازہ کھلا۔ ملکہ فرمانیہ بڑے طمطراق سے تخت رواں پر بیٹھی ہوئی۔ اُس کے بائیں جانب اُس کا وزیر کھڑا ہوا تھا۔ دونوں مُسکرا رہے تھے اور ہاتھ ہلا ہلا کر مہ رُخ اور اسد کا استقبال کر رہے تھے۔ فصیل پر کھڑے ہوئے لوگ اور حملہ کرنے کے لیے بڑھنے والے سپاہی سب حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھنے لگے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ ملکہ کے قدموں کے سامنے تخت پر دو بورے پڑے ہوئے تھے اور اس طرح حرکت کر رہے تھے جیسے کوئی

جان دار اِن میں بند ہے اور باہر نکلنے کے لیے ہاتھ پیر مار رہا ہے۔

ایک جانب سے مہ رُخ اور اسد اور دُوسری جانب سے عُمرو، ضرغام اور جانسوز ملکہ فرمانیہ کے تخت کی طرف بڑھے۔ قریب پُہنچنے پر ملکہ تخت سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُس نے مہ جبین کے تخت کی طرف اِشارے سے جھک کر سلام کیا اور پھر باری باری مہ رُخ، اسد اور عُمرو کی تعظیم بجالائی۔ عُمرو سے برداشت نہ ہو سکا۔ اُس نے آگے بڑھ کر ملکہ فرمانیہ سے کہا۔ ”ہم تمہاری اس چاپلوسی میں نہ آئیں گے۔ بغیر تاوان اور نذرانہ لیے تمہیں اور تمہارے شہریوں کی جان بخشی نہیں کریں گے۔“

”میں تاوان اور نذرانہ ساتھ لائی ہُوں۔“ ملکہ نے پیروں کے قریب رکھے ہوئے بوروں کو ٹھوکر لگاتے ہوئے مُسکرا کر کہا۔ عُمرو نے لپک کر دونوں بورے اُٹھائے اور اُن کا مُنہ کھول کر اُلٹ دیا۔ سب لوگ حیرت کے ساتھ کبھی اِن بوروں سے نکلنے والی چیزوں کو دیکھتے، کبھی ملکہ فرمانیہ اور اُس کے وزیر کو۔

بوروں کے اندر سے دو جیتے جاگتے انسان بر آمد ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ پیر

رسّیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ زبانیں باہر کو نِکلی تو تھیں اور ان میں سُوئے
اٹکے ہوئے تھے۔ لیکن شکل و صورت سے ان میں ایک تو ہُو بہو ملکہ فرمانیہ
دکھائی دیتی تھی اور دوسرا اُس کا وزیر۔

"یہ کیا ماجرا ہے؟" ملکہ مہ رُخ نے چاروں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس
کے جواب میں ملکہ فرمانیہ اور اُس کے برابر کھڑے ہوئے وزیر نے مُسکراتے
ہوئے اپنے چہروں کو زور زور سے ملا۔ کوئی روغن رومال پر چھڑک کر مُنہ
پونچھا اور تن کر کھڑے ہو گئے۔

"ارے! مہتر قِران! برق فرنگی!" ہر طرف آوازیں آئیں۔

بلاشبہ وہ مہتر قِران اور برق فرنگی ہی تھے۔ آتش بازی بنانے کے بہانے
اُنہوں نے ملکہ فرمانیہ سے جو پانچ سو بورے بارود منگائی تھی، وہ آہن جادُو
کے آنے کئی دن پہلے اُنہوں نے سرنگ کے راستے سے جا کر چبوترے کے
نیچے تہہ خانے میں بچھا دی تھی۔ تہہ خانے سے لے کر سُرنگ کے مُنہ اور
وہاں سے اپنے شامیانے تک اُنہوں نے فلیتہ بھی لگا دیا تھا۔ آہن جادُو کے
آنے سے ایک دِن پہلے ملکہ فرمانیہ اپنے وزیر کے ساتھ جب اُن کے

شامیانے میں آتش بازی دیکھنے کے خیال سے آئی تھی، اُسی وقت اِن دونوں کو بے ہوش کر کے برق فرنگی نے ملکہ کا اور مہتر قِران نے وزیر کا روپ دھار لیا تھا۔ دوسرے دِن فلیتہ کو آگ دکھانے سے پہلے وہ ملکہ اور اُس کے وزیر کو ایک محفوظ مقام پر چھُپا آئے تھے۔ اور فلیتہ کو آگ دے کر ملکہ کے اُس پرانے محل میں جا ٹھہرے تھے جو شہر کے دوسرے کونے پر واقع تھا۔

جب مہتر قِران نے سارا ماجرا بیان کیا تو اسد، مہ رُخ، عُمرو، ضرغام اور جانسوز سب آفرین آفرین کہنے لگے۔ مہتر قِران اور برق تخت سے چھلانگ لگا کر نیچے جا پُہنچے۔ ملکہ مہ رُخ اور شہزادہ اسد کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ وہ بھی اپنی سواریوں سے اُتر کر اُن کی طرف لپکے۔ لیکن اُن سے پہلے ہی آگے بڑھ کر عُمرو نے مہتر قِران کو گلے سے لگا لیا۔ کُچھ دیر سب جوش و خروش کے ساتھ اُن دونوں نے بغلگیر ہوتے رہے۔ پھر مہ رُخ نے بڑھ کر کے فرمانیہ کے ہاتھ پیر کھولے۔ عُمرو نے اُس کے وزیر کو بندھنوں سے آزاد کیا۔ اور دونوں کو ساتھ لے کر مہ جبین کے تخت کے سامنے جا پہنچے۔ مہ جبین نے دونوں کو نیک و بد سمجھاتے ہوئے ایک مختصر سی تقریر کی۔ آخر میں کہا۔

"اگر وعدہ کرو کہ افراسیاب پر لعنت بھیجو گے، امیر حمزہ کی غُلامی کا دم بھرو گے اور ہماری اطاعت کرو گے تو ہم تُمھیں آزاد کر دیں گے۔"

ملکہ فرمانیہ اور اُس کے وزیر کا دِل پہلے ہی افراسیاب سے بے زار ہو چکا تھا۔ آہن جادُو اور طِلسمی پُتلوں کی تباہی سے رہا سہا بھروسا بھی جاتا رہا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ بربادی افراسیاب کا مقدر بن چکی ہے اور شہزادہ اسد واقعی طِلسم کُشا ہے۔

اِن دونوں کی زبان اب بھی سُوئے سے چھدی ہوئی تھی۔ وہ بول تو نہ سکے مگر آنکھوں اور سر کے اشارے سے اُنھوں نے مہ جبین کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ اس پر مہ جبین نے ملکہ مہ رُخ کو اُن کی زبانوں کے سُوئے نکالنے کا حکم دیا۔ مہ رُخ نے سوئے نکال کر ان کی زبانوں پر طِلسمی مرہم لگا دیا۔ زخم فوراً اچھے ہو گئے۔ دونوں نے بڑھ کر سچّے دِل سے مہ جبین کے تخت کو بوسہ دیا۔

اس موقع پر مہ رُخ نے مہ جبین کو مہتر قِران اور برق فرنگی کے کارنامے سے آگاہ کیا۔ مہ جبین نے خُوش ہو کر دونوں کو بیش قیمت خلعتیں عطا کیں۔ دونوں نے خلعتیں لے کر ادب سے اُستاد عُمرو کو پیش کیں۔ عُمرو نے اُنہیں

جھٹ سے اپنی زنبیل میں رکھ لیا اور گاڑھے کا ایک پرانا رومال نکال کر مہتر قِران کے کاندھے پر ڈال دیا۔ برق فرنگی کو سُو کھاٹر خایا۔ اس کنجوسی پر سب ہنس پڑے۔ مہتر قِران کہنے لگا۔ ”میں خُوش نصیب ہُوں کہ اُستاد کی جانب سے مجھے خلعت مِلا۔ یہ گاڑے کا رومال بھی اُستاد سے ہر کوئی حاصل نہیں کر سکتا۔“

اس پر برق فرنگی شرمندگی محسوس کرنے لگا۔ اُس نے عُمرو سے کہا۔ ”استاد! اِس کارنامے میں مہتر قِران کے ساتھ میرا بھی برابر کا حصّہ ہے۔ مجھے بھی کچھ نہ کچھ دیجیے۔“

عُمرو نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ”تمہارے لیے فی الحال یہی کافی ہے۔ ویسے بھی تم مہتر قِران کی برابری نہیں کر سکتے۔ میرے بعد عیّاری اور سوجھ بوجھ اِسی پر ختم ہے۔ مقرنس جادُو کے ہاتھوں قتل ہونے سے اسی نے مُجھ کو بچایا تھا۔ اکیلے کوئی بڑا کارنامہ کر دکھاؤ گے تو تُمھیں بھی کوڑی دو کوڑی کی کوئی چیز بخش دوں گا۔“

اس جواب پر ایک بار پھر سب ہنسنے لگے۔ ملکہ فرمانیہ نے مہ جبین سے کہا۔

”اجازت ہو تو شہر میں واپس جاؤں، اِستقبال کا بندوبست کروں، رعایا کا خوف دُور کر کے اُنہیں اطاعت پر آمادہ کروں؟“

مہ جبین نے مہ رخ کی طرف دیکھا۔ مہ رُخ نے عُمرو پر نگاہیں جما دیں۔ جو کچھ دیر سوچ کر بولا۔ ”یہ یقین تو مجھے ہو چکا ہے کہ آہن جادُو، اس کے لشکر اور طلِسمی پُتلوں کا انجام دیکھ کر ہم سے دغا نہ کرو گی۔ لیکن بغیر اپنا حق لیے میں تمھیں واپس جانے اجازت نہیں دے سکتا۔“

ملکہ فرمانیہ نے اداس ہوتے ہوئے کہا۔ ”اِس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ میرا سارا زیور تمہارے شاگرد پہلے ہی ہتھیا چکے ہیں۔ البتّہ شہر پہنچنے پر جو کہو گے پیش کروں گی۔“

”کوئی بات نہیں۔“ عُمرو نے زنبیل سے کاغذ قلم دوات نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہُوئے کہا۔ ”دو لاکھ اشرفیوں کا رقعہ لکھ دو۔ بعد میں وصول کر لوں گا۔“

اس پر پھر ایک زور دار قہقہہ پڑا۔ ملکہ فرمانیہ نے رُقعہ لکھ کر عُمرو کو دے دیا۔ مہ رُخ نے ملکہ فرمانیہ کو اس کے تخت پر سوار کرایا اور واپس جانے کی اجازت

دے دی۔ وہ شہر کے دروازے کی طرف روانہ ہوئی۔ اِدھر مہ رُخ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ آہن جادُو کی فوج کا سارا ساز و سامان قبضے میں کریں۔ لاشوں کو ٹھکانے لگائیں۔ زخمیوں کو سنبھالیں اور اُن خیموں میں ڈیرا جمائیں جو ملکہ فرمانیہ کی جانب سے دُشمنوں کے لیے آراستہ کیے گئے تھے۔ شہزادہ اسد نے بھی اپنے جنگ جُو سپاہیوں کو کمر کھولنے اور آرام کرنے کی اجازت دے دی۔ فوج کو حکم دے کر اسد، مہ رُخ، مہ جبین، عُمرو اور اُس کے شاگرد بھی لشکر گاہ کے خیموں میں جا کر آرام کرنے لگے۔

تیسرے پہر کے وقت شہر کے دروازے سے شہنائیوں کی آواز بلند ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی ملکہ فرمانیہ تختِ رواں پر سوار بر آمد ہوئی۔ لشکر گاہ میں جا کر اُس نے مہ جبین، اسد، مہ رُخ اور پانچوں عیّاروں کو اندر شہر میں چلنے کی دعوت دی۔ وہ اِس کا اِنتظار ہی کر رہے تھے۔ چند بہادروں اور جادُو گروں کو ساتھ لے کر وہ سب اس کے ساتھ شہر کی طرف چل دیے۔ شہر کے اندر اُن کے جلوس کا شان دار استقبال کیا گیا۔ عورتوں، بچّوں، جوانوں اور بوڑھوں نے خُوشی کے نعرے لگاتے ہوئے اُن پر پھول برسائے۔

ملکہ فرمانیہ نے مہمانوں کو لے جا کر اپنے پرانے محل میں اُتارا۔ یہاں دربارِ عام لگا۔ شہ نشین پر مہ جبین اور دائیں بائیں اسد، مہ رُخ اور عیّار بیٹھے۔ شہر کے لوگ قطار در قطار دربار کے سامنے آتے، مہ جبین کی اطاعت اور وفاداری کا حلف اُٹھاتے، نذرانے پیش کرتے اور گزر جاتے۔ شہریوں کے بعد ملکہ فرمانیہ کی فوج کی باری آئی۔ پچیس ہزار جادُوگروں اور جنگ جُو سپاہیوں نے مہ جبین کی اطاعت کا حلف اٹھایا اور سلامی پیش کی۔ اِس کے بعد نصف رات تک دعوت اور جشن کی محفل گرم رہی جس میں عُمرو نے خاص طور پر اپنے گانے کا رنگ جمایا۔ اور اہلِ محفل سے ہزاروں کا انعام وصول کیا۔ رُقعہ والی رقم تو اُس نے پُہنچتے ہی ملکہ فرمانیہ سے وصول کر لی تھی۔

دوسرے دِن ملکہ فرمانیہ کے محل ہی میں مہ جبین نے دربار لگایا جس میں آیندہ کے پروگرام پر غور کیا ہونے لگا۔ کُچھ کا خیال تھا کہ آگے بڑھ کر افراسیاب پر حملہ کر دیا جائے۔ کچھ کہتے تھے یہیں رہ کر اُس کی فوج کشی کا انتظار کیا جائے۔ لیکن ملکہ مہ رُخ کی رائے مختلف تھی۔ اس نے کہا۔ ”فوجی طاقت کے لحاظ سے ابھی ہم اِس قابل نہیں ہیں کہ خُود جا کر افراسیاب پر حملہ

آور ہُوں۔ اِس شہر کی فصیلیں بھی ایسی نہیں کہ اگر وہ آ کر ہمارا محاصرہ کرے تو ہم زیادہ عرصہ اِس میں محفوظ رہ سکیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم اپنے اصل ٹھکانے پر واپس لوٹ چلیں۔ دُشمن کا صبر سے انتظار کریں اور جو آئے اُس سے نپٹتے رہیں۔"

کافی سوچ بچار کے بعد سب نے مہ رُخ کے اس خیال سے اتفاق کیا۔ ملکہ فرمانیہ نے کہا۔ "آپ لوگوں کو واپس جانے میں ذرا دیر نہ کرنی چاہیے۔ افراسیاب کو آہن جادُو کے انجام کی خبر یا تو مِل چُکی ہو گی یا ملنے والی ہو گی۔ وہ اِنتقام لینے کے لیے فوراً ہی کسی کو روانہ کرے گا۔ اس لیے اُس کے آنے سے پہلے آپ لوگ اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں تو بہتر ہو گا۔ میں خُود بھی اپنی فوج کے ساتھ آپ لوگوں کے ہمراہ چلوں گی۔ یہاں رہ گئی تو افراسیاب کبھی مجھ پر رحم نہ کرے گا۔ آپ کی اطاعت اور وفاداری کی مجھے عبرت ناک سزا دے گا۔ اب میں ہرگز آپ لوگوں کا ساتھ نہ چھوڑوں گی اور جو بھی آپ پر حملہ کرے گا اُس سے مرتے دم تک لڑوں گی۔"

فرمانیہ کی یہ وفاداری دیکھ کر سب کے مُنہ سے بے ساختہ آفرین آفرین کی

آوازیں نکلنے لگیں۔ مہ رُخ نے اُسے بڑھ کر گلے سے لگا لیا۔ عُمرو کے اشارے پر فوراً سارے لشکر کو تیار ہونے کا حکم دے دیا گیا۔ لگے ہاتھوں اُن قیدیوں کے بارے میں بھی فیصلہ کر دیا گیا جو اُن کے ہتھے چڑھے تھے۔ جس نے اطاعت قبول کی آزاد کر کے ساتھ لے لیا گیا۔ جِس نے انکار کیا اُس کا سر قلم کر دیا گیا۔ پھر چند ہی گھنٹوں کے اندر اندر ملکہ مہ رُخ، فرمانیہ اور اسد کی ساری فوج فتح کے ترانے گاتے ہوئے اپنے اصلی ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گئی۔

دوسری طرف افراسیاب مُلک فرمانیہ کے سرحدی باغ میں ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ فتح کے نشے میں وہ اِتنا چُور ہو چکا تھا کہ آہن جادُو کے فرمانیہ کی راجدھانی کے قریب پُہنچنے کے بعد سے اُس نے اُس کی خبر معلوم کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اُس کا سارا وقت یا تو آنے والے بادشاہوں سے ملاقات اور پھانسیوں اور سُولیوں کے معائنے میں گزرتا یا عیش و عشرت میں۔ اس کی ساری فکر دُور ہو چکی تھی۔ عُمرو اور مہ رُخ کے لشکر کی گرفتاری کے بعد اُسے کسی سے کوئی خطرہ باقی نہ رہا تھا۔ اُس نے سمجھا کہ فرمانیہ کے پاس دو ایک دِن مہمان رہ کر اور

اُسے ساتھ لے کر آہن جادُو خود ہی جلد پُہنچنے کی کوشش کرے گا اور جب یہاں سے ایک منزل کے فاصلے پر رہ جائے گا تو اپنی حاضری کی اِطّلاع بھی بھیج دے گا۔

پورے دس دن اِسی بے خبری میں گزر گئے۔ گیارہواں دِن افراسیاب ملکہ حیرت سے بیٹھا باتیں کر رہا کہ اِتّفاق سے اُسے آہن جادُو کا حال معلوم کرنے کا خیال آیا۔ پہلے تو وہ سمجھا کہ اُس کا بھیجا ہُوا قاصد آ چکا ہو گا۔ میرے آرام میں خلل نہ ڈالنے کے خیال سے دربانوں نے اُسے میرے سامنے پیش نہ کیا ہو گا۔ مگر جب اُسے پتا چلا کہ دُور دُور تک آہن جادُو اور اُس کے لشکر کا کوئی پتا نہیں ہے تو اُس کا ماتھا ٹھنکا۔ دھڑکتے ہوئے دِل سے اُس نے کتابِ سامری اُٹھا کر حال معلوم کیا۔ لکھا تھا:

''آہن جادُو، طلِسمی پُتلے اور اُس کا سارا لشکر نیست و نابُود اور ہو چکا ہے۔ مہ رُخ کا لشکر اور عیّار آزاد ہو چکے ہیں۔ ملکہ فرمانیہ نے اُن کی اِطاعت قبول کر لی ہے۔ دس دن پہلے وہ سب فرمانیہ کی راجدھانی سے روانہ ہو چکے ہیں اور اب اپنے پرانے ٹھکانے کے قریب پُہنچتے جا رہے ہیں۔''

بہار جادُو

آہن جادُو کی مکمل فتح کا اچانک مکمل تباہی میں تبدیل ہو جانا، باغیوں کا پھندے میں آکر صاف بچ کر نکل جانا ایسی خلافِ توقّع بات تھی کہ افراسیاب اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے نزدیک یہ بات انہونی تھی۔ اگر یہی حال کوئی اور آکر بیان کرتا تو شاید وہ آسانی سے اُس پر یقین نہ کرتا۔ مگر اب کتابِ سامری کی تحریر کو کیسے جھٹلاتا۔ تحریر پڑھتے ہی اُس کے دل کو ایک زبردست دھکّا لگا۔ کتاب اس کے ہاتھ سے ِگر پڑی۔ مُنہ پھاڑے، بغیر پلک جھپکائے بُت کی مانند وہ جُوں کا تُوں بیٹھا رہا۔

ملکہ حیرت نے جو اس کا یہ حال دیکھا تو بے اختیار دہشت زدہ ہو کر چیخ پڑی۔ وہ سمجھی کہ شہنشاہ کے دِل کی دھڑکن بند ہو گئی ہے۔ وہ دیوانہ وار اس کے

سینے اور پیٹھ کو سہلانے لگی۔ اِس عمل سے چند لمحوں بعد افراسیاب کا سکتہ جاتا رہا۔ ملکہ نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں اُس سے سوال کیا۔ ”آقا! کیا بات ہے؟“

افراسیاب نے اُداس لہجے میں جواب دیا۔ ”ملکہ! میں جیتی ہوئی بازی ہار گیا۔ باغی بچ نکلے۔ آہن جادُو ہلاک ہوا۔“

”ہائے! یہ تو بڑا غضب ہوا۔“ ملکہ نے کہا۔ ”سارے مُلک میں باغیوں کی گرفتاری کا ڈھنڈورا پیٹا جا چکا ہے۔ چپّے چپّے میں ہماری جیت کی دھوم مچ رہی ہے۔ یہ خبر سن کر رعایا پر کیا اثر پڑے گا۔“ یہ کہ کر ملکہ پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگی۔ افراسیاب نے اُسے تسلّی دے کر خاموش کیا تو وہ جوش میں آکر کہنے لگی۔ ”اپنا کام اپنے ہاتھوں ہی ٹھیک سے انجام پاتا ہے۔ بس آپ مجھے اجازت دیجیے۔ فوج اور طلِسمی طاقت میرے ساتھ کیجیے۔ میں خود جا کر اُس چڑیل مہ رُخ کی خبر لوں گی۔“

افراسیاب اُسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ ”ملکہ! صبر سے کام لو۔ جب تک عیّاروں کا کام تمام نہیں ہوتا۔ مہ رُخ کے مقابلے پر تمہارا جانا مناسب نہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے میر استارہ نحوست میں پھنس گیا ہے۔ اس سے نجات پانے کے لیے مجھے پردۂ ظلمات میں بزرگوں کی روحوں کے پاس جانا پڑے گا۔ دل مضبوط رکھو۔ باغیوں کو ابھی اتنی طاقت حاصل نہیں کہ پہاڑوں نکل کر ہمارے لیے خطرہ بن سکیں۔ اسی وقت طلِسم باطن کے باغِ سیب میں جانے کی تیّاری کرو۔ دربار اور حکومت کا کاروبار سنبھالو۔ میں پردۂ ظلمات کو جاتا ہُوں۔ فکر نہ کرنا۔ جلد ہی لوٹ آؤں گا اور آ کر باغیوں کی سرکوبی کروں گا۔"

ملکہ کچھ دیر خاموشی سے سوچتی رہی پھر بولی۔ "لیکن مجھے آپ کے مشوروں کی ضرورت پیش آئی تو؟"

"اس کی پروانہ کرو۔" افراسیاب نے کہا۔ "یا تو خُود پردۂ ظلمات آ کر مجھ سے مل لینا یا مجھے طلب کرنا۔ آئینہ طلِسم کے ذریعے میری پرچھائیں تمہارے پاس آ جائے گی۔"

"بہتر ہے۔" ملکہ نے کہا۔ "جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

اس گفتگو کے بعد افراسیاب تو پردۂ ظلمات کو چلا گیا اور ملکہ نے باغِ سیب کی

راہ لی۔ وہاں پہنچ کر ملکہ نے دربار لگایا اور اعلان کیا۔ ”شہنشاہ کی واپسی تک آج سے حکومت کا سارا کاروبار میں سنبھال رہی ہوں۔ سب وفاداری کے ساتھ اپنے منصب پر قائم رہیں اور جو معاملات شہنشاہ کی خدمت میں پیش کیے جاتے رہے ہیں، میرے سامنے پیش کیا کریں۔ مُشکل معاملات میں شہنشاہ کا مشورہ مُجھے برابر حاصل ہوتا رہے گا۔“

سارے درباری باری باری اُٹھ کر اپنی اطاعت کا یقین دلانے لگے۔ اِسی موقعے پر ملکہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ افراسیاب کی غیر موجودگی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے کیوں نہ ایک تیر سے دو شکار کیے جائیں۔ باغیوں نے شہنشاہ کا چین برباد کر رکھا ہے۔ اُن کی کامیابیوں سے سلطنت کا رُعب اور دبدبہ خطرے میں پڑتا جا رہا ہے۔ کیوں نہ اس کانٹے کو دُور کر کے شہنشاہ کی خُوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور کیوں نہ اِس کھٹک کو دور کرنے کے لیے دوسرے کانٹے کو استعمال کیا جائے؟ یہ دوسرا کانٹا خُود ملکہ حیرت کی چوٹی بہن بہار جادُو تھی۔

بہار جادُو زبردست جادُوگرنی تھی۔ طلِسم ہوش رُبا کے ہر بادشاہ اور ہر سردار

کے علاوہ افراسیاب بھی اُس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ پہلے وہ ملکہ کے ساتھ ہی رہا کرتی تھی مگر جب ملکہ کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں افراسیاب اُسے اپنی ملکہ نہ بنا بیٹھے تو اُس نے بہار جادُو کو ایک دور دراز علاقے میں بھیج دیا اور اس کے عیش و آرام کا پورا بندوبست کر کے اُس سے وعدہ لے لیا کہ وہ کبھی افراسیاب کے سامنے نہ آئے گی۔ ملکہ نے کئی جگہ بہار جادُو کی بات کی مگر جس سے بھی رشتہ طے کرنا چاہتی شہنشاہ افراسیاب کے خوف کی وجہ سے انکار کر دیتا۔

ملکہ حیرت نے سوچا باغیوں کے مقابلے میں بہار جادُو کو بھیجنا دونوں صورتوں میں فائدہ مند رہے گا۔ اگر وہ باغیوں کو گرفتار کر لائی تو اس کا سہرا میرے ہی سر بندھے گا کیوں کہ یہ کاروائی میری کوششوں سے عمل میں آئے گی۔ لیکن اگر نتیجہ اُلٹا نکلا اور بہار جادُو باغیوں کے ہاتھوں ماری گئی تو مجھے اس کے اندیشے سے نجات مل جائے گی۔

یہی کچھ سوچ کر اُس نے ایک پیار بھرا خط بہار جادُو کو لکھا اور ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ روانہ کر دیا۔ وہ بے چاری محبّت کی ماری دوڑی دوڑی آئی۔ ملکہ نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ چاپلوسی اور خوشامد کی باتیں کیں۔ بہناپے کا واسطہ

دیا اور طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر آخر کار اُسے باغیوں پر چڑھائی کرنے کے لیے آمادہ کر لیا۔ بہار جادُو کو اپنے بازو کی طاقت پر بڑا غرور تھا۔ اس نے اصرار کیا کہ اُس کے ساتھ کوئی فوج نہ بھیجی جائے۔ باغیوں کے مقابلے پر وہ صرف چند کنیزوں اور خادماؤں کے ساتھ جائے گی اور سب کو ہنستے کھیلتے گرفتار کر کے لے آئے گی لیکن حیرت نے اُس کی یہ بات نہ مانی۔ زبردستی ایک بڑی فوج اس کے ساتھ کر دی۔

بہار جادُو اس وقت تو ان سب کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئی مگر جب مہ رُخ کا لشکر اُس سے پانچ کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو اس نے فوج کو وہیں ٹھہر جانے کا حکم دیا۔ جب ڈیرے خیمے کھڑے کر دیے گئے تو اُس نے سرداروں کو حکم دیا کہ وہ سب وہیں قیام کریں اور خاموشی کے ساتھ اس کی واپسی کا انتظار کریں۔ سردار حکم کی تعمیل پر مجبور تھے۔ چُپ ہو کر رہ گئے۔ بہار جادُو ایک طلسمی مور پر سوار ہو کر تن تنہا مہ رُخ کے لشکر کے طرف چل دی۔

ادھر مہ جبین کا دربار لگا ہوا تھا۔ وہ تختِ شاہی پر سر پر تاج رکھے بیٹھے تھی۔ دائیں جانب اس کی مصاحب خاص دل آرام کھڑی تھی۔ اِرد گرد کئی کنیزیں

کھڑی مور چھل ہلا رہی تھیں۔ دائیں جانب شہزادہ اسد سپہ سالار کی وردی پہنے جڑاؤ کُرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے پیچھے جنگ جُو سرداروں کی قطار تھی۔ تخت کے بائیں جانب ملکہ مہ رُخ، ملکہ فرمانیہ، عُمرو، مہترِ قِران، برق فرنگی، ضرغام اور جانسوز کی کرسیاں تھیں۔ ان کے پیچھے جادُوگروں کی فوج کے سرداروں کی قطار تھی۔ حملہ آور لشکر کی انہیں اطلاع مل چکی تھی۔ وہ اس سے مقابلہ کرنے کے انتظامات پر غور کر رہے تھے۔ اس بات پر سب کو حیرت تھی کہ دشمن ان سے پانچ کوس کے فاصلے پر کیوں رُک گیا ہے؟ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک جاسوس نے آ کر اطلاع دی، "دُشمن لشکر کی طرف سے ایک جادُوگرنی مور پر سوار چلی آ رہی ہے۔"

یہ خبر سُنتے ہی عُمرو بولا "اچھا ہم چلے۔"

یہ کہہ کر اس نے عیّار شاگردوں کو اشارہ کیا۔ وہ چھلانگیں مارتے اُس کے پیچھے لشکر گاہ سے نکل کر جنگل کی طرف چل دیے۔ مہ رُخ، اسد اور ملکہ فرمانیہ نے باہر نکل کر اپنے اپنے لشکروں کو تیار ہونے کا حکم دیا اور سرداروں کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ اپنی فوج کی اگلی صف سے گزر کر وہ زیادہ دُور نہ گئے

تھے کہ سامنے کے ایک ٹیلے پر نگاہ پڑتے ہی ٹھٹھک کر رہ گئے۔ٹیلے پر ایک بے حد خوبصُورت جادُوگرنی زرق برق لباس پہنے ایک مور پر سوار مُسکراتی ہوئی اُنہیں گھور رہی تھی۔ مور نے اپنی دُم پھیلا رکھی تھی۔ اُس کے چمکتے ہوئے نیلگوں پَر اور اُن پر بنے ہوئے رنگ برنگ بوٹے ایک دل کش پھُلواری کا منظر پیش کر رہے تھے۔ اور اُس پھُلواری میں بیٹھی ہوئی جادُوگرنی بہار کی دیوی لگ رہی تھی۔ اُس کی سج دھج اور مُسکراتا اور خوبصورت چہرہ دیکھ کر مہ رُخ وغیرہ کے دِل سے دشمنی اور جنگ کا خیال جاتا رہا۔ مگر ابھی وہ یہ طے نہ کر پائے تھے کہ اس پر اسرار اور اجنبی عورت سے کیا سلوک کریں کہ اِکبارگی اُس نے اپنے بالوں کی ایک لِٹ کو جھٹک دیا۔ بھینی بھینی خوشبُو کی ایک لپٹ اس کے بالوں سے نِکلی اور ہوا کے جھونکے کے ساتھ ہر طرف پھیل گئی۔

مہ رُخ، اسد، ملکہ فرمانیہ اور اُن کے ساتھیوں کو اِس خوشبُو نے مست کر دیا۔ اُن کی فوج کے لوگ بے خُود ہو کر چلّانے لگے۔ "بہار آئی! بہار آئی!"

بہار جادُو نے یہ رنگ دیکھ کر مُسکراتے ہوئے اپنے مور کو پیچھے گھمایا اور آہستہ

آہستہ واپس جانے لگی۔ خُوشبو کی لپٹیں اُڑ اُڑ کر مہ رُخ کے لشکر کو اور بھی مسحور کرنے لگیں۔ سب کچھ بھُول کر وہ دیوانہ وار بہار جادُو کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ ایک کُشادہ میدان میں پُہنچ کر بہار جادُو پھر کھڑی ہو گئی۔ اِس مرتبہ اُس نے جانے کیا پڑھ کر پھُونکا کہ دیکھتے ہی دیکھتے سارا میدان ایک خوب صورت باغ میں تبدیل ہو گیا۔ پھلوں سے لدے ہوئے درخت چار سُو نظر آنے لگے۔ چپّے چپّے میں رنگ برنگے پھولوں کے تختے لہلہانے لگے۔ ایک ایک کر کے مہ رُخ کا سارا لشکر باغ کے اندر داخل ہو گیا اور بہار جادُو کے ارد گرد سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

بہار جادُو نے جب دیکھا کہ اُس کے طلِسمی بالوں کی خُوشبو اور باغ کی فضا نے اُن پر پورا پورا اثر کیا ہے، نیک و بد اور دشمنی دوستی کا احساس اُن کے دلوں سے مٹا دیا ہے۔ تو اُس نے آخری وار کیا۔ کوئی منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ آناً فاناً ایک ایک گجرا ہر شخص کے گلے میں پڑ گیا۔ اُن گجروں کے پھُولوں سے ویسی ہی خوشبو بھبھکتی تھی جیسی کہ اس کے بالوں کی لٹ سے پھیلی تھی۔ ہر شخص جھومنے لگا۔ اب بہار جادُو نے اُنہیں حکم دیا "اپنے ہتھیار اور جادُو کی جھولیاں

زمین پر پھینک دو۔" سب نے آناًفاناً حکم کی تعمیل کی۔

اب اُس نے کہا" اے نافرمانو! تم نے اپنی بغاوت سے شہنشاہ افراسیاب کا دل دُکھایا ہے۔ تم اس بات کے مستحق ہو کہ تمہیں اس کے حضور پیش کیا جائے۔ بولو! مجرم کی حیثیت سے چلنے کو تیار ہو؟"

چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ "بے شک! گنہگار ہیں۔ ہمیں عُمرو نے بہکایا تھا۔ ہم شہنشاہ کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔ چلو، ہم تیار ہیں۔"

بہار جادُو نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ اور پھر پلٹ کر اپنے لشکر کی طرف چل دی۔ سب ادب کے ساتھ اُس کے پیچھے ہو لیے۔

عُمرو اور اُس کے چاروں شاگرد ایک اُونچے درخت پر چڑھے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ بہار جادُو سب کو طِلسمی خُوشبو سے گرفتار کر کے لے چلی تو وہ سب حیرت اور غصّے سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

مہتر قِران نے بے چین ہو کر عُمرو سے کہا۔ "اُستاد مجھے اجازت دی دیجیے۔ ابھی جا کر اس ڈائن جادُوگرنی کو ٹھکانے لگا دوں۔ لشکر کو اس کے سحر سے آزاد کراتا ہُوں۔"

"نہیں۔ میں تُم میں سے کِسی کو اِجازت نہیں دُوں گا۔" عُمرو نے کہا۔ "تم اس جادُوگرنی کو ہلاک کیے بغیر لشکر کو آزاد نہیں کرا سکتے۔ اور میں اسے زندہ گرفتار کرنا چاہتا ہُوں۔ میں چلتا ہُوں۔ تم سب اسی طرح دُور دُور رہتے ہوئے حالات کا جائزہ لیتے رہنا۔ میں گرفتار ہو جاؤں تو پھر جو جی چاہے کرنا۔"

یہ کہہ کر عُمرو نے درخت سے چھلانگ لگا دی۔ دوسرے عیّار بھی درخت سے اُترنے لگے لیکن اُن کے نیچے آتے آتے عُمرو طرارے بھرتا نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ بہار جادُو سے بُہت آگے جا کر رُکا۔ جھڑ جھاڑی کی اوٹ میں ہو کہ ایک عورت کا رُوپ دھارا، بال بکھرے، سیاہ لباس پہنا، دامن کو تار تار کیا، سر چہرہ اور لباس پر خاک ملی، سوگوار صورت بنائی اور بھاگ کر اُس راستے کے ایک درخت کی اوٹ میں ہو بیٹھا جِدھر سے بہار جادُو کو قیدیوں کے ساتھ گُزرنا تھا۔ فتح کے نشے میں بہار جادُو قیدی لشکر سے بُہت آگے آگے چل رہی تھی۔ عُمرو نے اُسے قریب آتے دیکھا تو دل کو تڑپا دینے والی دُھن میں لہک لہک کر گانے لگا:

الٰہی یا تو اُنہیں درد آشنا کر دے

نہیں تو مجھ کو بھی پتھّر سا دِل عطا کر دے

بہار جادُو کے کانوں میں جو یہ آواز گئی تو وہ تڑپ آئی اور آ کر چُپ چاپ اس درخت کے قریب کھڑی ہو گئی، جس کی اوٹ میں بیٹھا ہوا عُمرو عورت کے بہروپ میں گا رہا تھا۔ ایک دو تانیں الاپنے کے بعد عُمرو کا گلا رُندھ گیا۔ کام بند کر کے وہ ہچکیاں لے لے کے رونے لگا۔ بہار جادُو بے چین ہو کر اُس کے سامنے آ گئی اور کہنے لگی۔ "اے بد نصیب! تیری آواز نے مجھے تُجھ پر مہربان کر دیا ہے۔ بتا تُو کون ہے، کِس لیے یہ حال بنا رکھا ہے؟"

عُمرو نے سر اُٹھایا اور روتے ہوئے کہنے لگا "اے شہزادی! کیا بتاؤں دُکھیا ہُوں۔ میرا شوہر بچھڑ گیا ہے۔ اب جنگلوں پہاڑوں کی خاک چھانتے چھانتے عاجز آ گئی ہُوں۔ دل کی بھڑاس نِکال رہی ہُوں۔ قسمت کو رو رہی ہُوں۔"

"مجھے تجھ سے ہمدردی پیدا ہو گئی ہے۔" بہار جادُو نے کہا۔ "اپنی مُصیبت بیان کر۔ شاید میں تیری مدد کر سکوں۔"

عُمرو نے رونا بند کیا اور کہنے لگا۔ "میرا نام راگنی ہے۔ شہر مرواِرید کے جوہری کی بیٹی ہُوں۔ میری شادی ایک سپاہی زادہ سے ہوئی تھی۔ کچھ دِن بڑے ہنسی

خوشی گُزرے۔ لیکن پھر اِکبار گی غم کے پہاڑ میرے دِل پر ٹوٹ پڑے۔ میرا شوہر باغیوں کے بہکانے میں آ گیا۔ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ بس اتنا کہہ گیا کہ ملکہ مہ رُخ کے پاس پہاڑوں میں جاؤں گا۔ کُچھ دِن بعد واپس جاؤں گا ہو سکا تُجھے بُلوا لُوں تھا۔ آج ساتواں مہینہ ہونے کو آیا۔ نہ خُود پلٹا نہ کوئی پیغام آیا۔ مجبُور ہو کر گھر سے نِکل کھڑی ہوئی ہُوں۔ مہ رُخ کی فوج کو ڈھونڈتی پھر رہی ہُوں۔"

بہار جادُو عُمرو کی کہانی سُن کر مُسکرائی اور کہنے لگی "بس! اب بالکل فکر نہ کر۔ تیری مُشکل آسان ہو گئی ہے۔ مہ رُخ کی ساری فوج میرے سحر میں گرفتار پیچھے چلی آ رہی ہے۔ اگر تو نے اپنے آپ کو سنبھالا، مجھے اپنا گانا سُنا کر خُوش کیا تو کل دِن میں تجھے باغیوں کے لشکر کو دیکھنے اور اپنے شوہر کو تلاش کرنے کی اجازت دے دُوں گی۔ لیکن تیرے شوہر کو آزاد بھی کروں گی جب تو میرے ساتھ رہنے پر راضی ہو جائے گی۔"

نقلی راگنی یہ سُنتے ہی بہار جادُو کے پیروں پر گِر گئی۔ دُعائیں دیتے ہُوئے اس کے ساتھ رہنے کا وعدہ کرنے لگی۔ بہار جادُو نے اُسے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ

کیااور اپنے مور کو آگے بڑھادیا۔

شام ہوتے وہ اپنی فوج کی چھاؤنی میں پُہنچ گئی۔ اُس کے سرداروں نے چاہا کہ مہ رُخ کے لشکر کے ہر آدمی کے ہاتھ پاؤں باندھ دیں۔ مگر بہار جادُو نے اُنہیں منع کرتے ہوئے کہا۔ ”اِن کی فِکر نہ کرو۔ جہاں ٹھہرا دیا ہے، وہیں رہیں گے۔ ہر گز بھاگنے کی کوشش نہ کریں گے۔ جب تک ان کے گلوں میں گجرے پڑے ہوئے ہیں، وہ سچّے دِل سے وفادار رہیں گے۔“

لشکر کے سرداروں کو ہدایت دے کر بہار جادُو اپنی بار گاہ میں جا پُہنچی۔ نقلی راگنی اُس کے ساتھ تھی۔ ایک خادمہ کو بُلا کر اُس نے نقلی راگنی سے کہا۔ ”تم اِس کے ساتھ جاؤ۔ اپنی پسند کا لباس لو۔ نہا دھو لو اور ہار سنگھار کر کے خِدمت میں حاضر ہو جاؤ۔“

تھوڑی دیر بعد راگنی نے بہار کے خیمے میں جا کر ادب سے سلام کیا اور سر جھکا کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ بُہت سی خادمائیں اور کنیزیں وہاں موجود تھیں۔ ایک میز پر شربت کی صُراحی اور پیالے رکھے ہُوئے تھے۔ راگنی کو دیکھتے ہی ملکہ نے خادماؤں سے گیا۔ ”تم سب اپنے اپنے خیموں میں چلی جاؤ۔ صرف

راگنی میرے پاس رہے گی۔ خبر دار! بغیر بُلائے کوئی آرام گاہ کی قناتوں کے بھی قریب نہ آئے۔" وہ رُخصت ہو گئیں تو بہار نے عُمرو سے کہا۔ "اے راگنی! دیر نہ کر۔ دف اُٹھا۔ ایسا نغمہ سُنا کہ دِل تڑپ اُٹھے۔ آنکھوں کا ساگر چھلک اُٹھے۔"

بہار جادُو کی یہ باتیں سُن کر نقلی راگنی نے حیرت کے ساتھ اُسے دیکھا اور ڈرتے ڈرتے بولی۔ "حضور کُچھ غمگین نظر آتی ہیں۔ مناسب سمجھیں تو شربت نوش فرمائیں۔"

"بہار جادُو غصّے سے غرّائی۔ "میں نے تُم سے گانا سُنانے کے لیے کہا ہے۔ مشورہ دینے کے لیے نہیں۔"

نقلی راگنی نے سہم کر دف اُٹھالیا۔ ہلکے ہلکے گنگنائی اور پھر درد انگیز دُھن میں گانے لگی۔ بہار جادُو کے دِل میں ٹیسیں اُٹھنے لگیں۔ تڑپا دینے والی تان اور آواز کی گرمی نے جلدی ہی اس کے دِل پر اثر کیا۔ آنسوؤں کے بادل اُٹھے اور آنکھوں کی اوٹ سے برسنے لگے۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نقلی راگنی نے شربت کی صراحی میں سفوفِ بے ہوشی مِلا دیا۔

کچھ دیر بعد جب گانا ختم ہوا تو بہار نے تکیے سے سر اُٹھایا۔ آنسو خُشک کیے اور بغیر کچھ کہے سُنے اپنے ہاتھ سے شربت کا پیالہ بھر کر غٹا غٹ پی گئی۔ راگنی نے اُٹھ کر دوسرا پیالہ بھر کر اُسے پیش کیا۔ بہار جادُو اُسے بھی چڑھا گئی۔ پھر اُس نے راگنی سے کہا۔ ”شاباش! اب جا کر سو رہو۔ صُبح تُمہارا شوہر تمہیں مِل جائے گا۔ خبردار! کسی سے میرے رونے کا حال نہ بیان کرنا۔“

مگر راگنی رُخصت ہونے کی بجائے تن کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کی آنکھوں سے شوخی جھلکنے لگی۔ بہار جادُو کو اُس کی یہ اچانک تبدیلی بڑی عجیب لگی۔ اُس نے غصّے کی نگاہوں سے اُسے گھورتے ہوئے کچھ کہنا چاہا۔ مگر بے ہوشی اثر دکھا گئی۔ زبان لڑکھڑائی، دماغ چکرا گیا اور وہ بستر پر لیٹ گئی۔ نقلی راگنی یعنی عُمرو نے اُسے اُٹھا کر خیمے کے ستون سے باندھ دیا، اُس کی زبان نکالی اور اِس طرح سوئے سے چھید دی کہ وہ کوئی منتر پڑھنے کے قابل نہ رہی۔ اِس کے بعد اُس نے بے ہوشی دور کرنے والا فتیلہ جلا کر اُسے سنگھایا۔ ایک چھینک آئی اور وہ ہوش میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ خُود کو بندھا ہوا پا کر اُس نے غصّے کے ساتھ راگنی کو گھورا۔ اُسی لمحے راگنی نے نعرہ لگایا۔ ”اے بہار جادُو! پہچان

لے۔ میں عُمرو نام دار، دُنیا کا چھٹا ہوا عیّار ہُوں۔ تُجھے میرے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اب اطاعت قبُول کرے گی تو چھوٹے گی۔ ورنہ ابھی خاک و خون میں لوٹے گی۔"

یہ کہہ کر عُمرو نے خنجر نکالا اور اُس کی طرف بڑھنے لگا۔ بہار جادُو نے چاہا کہ کوئی منتر پڑھ کر عُمرو کو ناکارہ بنادے، خود کو چھڑائے مگر زبان نہ ہلا سکی۔ بے بس ہو کر اُس نے ہار مان لی۔ آنکھوں کے اشارے سے اِطاعت کی حامی بھر لی۔ عُمرو نے اُسے کھول دیا۔ وہ جا کر اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔

عُمرو نے اُسے دھمکاتے ہوئے کہا۔ "اے ملکہ! خبر دار یہ خیال نہ کرنا کہ اب تو آزاد ہو چکی ہے۔ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اگر تو نے غدّاری کی تو ایسی سزا دوں گا کہ زندگی بھر یاد رکھے گی۔"

بہار جادُو اُس کے یہ کڑوے الفاظ سُن کر اِکبار گی بھڑک اُٹھی۔ غصّے سے چیختی ہوئی بولی۔ "او مکّار! تیری کیا مجال جو مُجھ سے اپنی اِطاعت کرائے۔ ذرا آئینے میں اپنی شکل تو دیکھ۔"

عُمرو اُس کے یہ تیور دیکھ کر چلّایا "اچھا! جو تُجھ سے ہو سکے کر لے۔ میں تُجھ

سے اِطاعت کرا کر چھوڑوں گا۔"

بہار جادُو نے کوئی منتر پڑھ کر اسے قابو کرنا چاہا، لیکن اس کے ہونٹ ہلتے دیکھ کر عُمرو نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور خیمے سے نِکل بھاگا۔ بہار جادُو نے اُس کے پیچھے لپکتے ہوئے شور مچایا۔ "لینا! پکڑنا! جانے نہ پائے!"

پہرے دار سپاہی اور جادُو گر بہار جادُو کی یہ چیخ پُکار سُن کر چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔ عُمرو نے خود کو گھیرے میں دیکھ کر زنبیل سے حضرت دانیال کی کرامتی چادر نکال کر ہوا میں اُچھال دی۔ چادر اُوپر پھیل کر سائبان بن گئی اور عُمرو کو اپنے سائے میں لے لیا۔ اب عُمرو نے زنبیل سے ایک بڑا سا قالین نکال کر فرش پر بچھایا، آرام وہ بستر لگایا اور بے فکری کے ساتھ لیٹ کر اِرد گرد نظر دوڑانے لگا۔ اِس چادر کی کرامت یہ تھی کہ جو شخص بھی عُمرو کے علاوہ اُس نے سائے میں آتا، اُلٹا ہو کر ہوا میں لٹک جاتا۔ اور جادُو گر ہوتا تو جادُو بھی بھُول جاتا۔

بہار جادُو نے اُسے یوں لیٹا ہوا دیکھا تو غصّے سے اُس کا خون کھول اُٹھا۔ طلِسمی ہنٹر ہاتھ میں لے کر وہ اُس کی طرف دوڑ پڑی۔ بارگاہ کے پہرے دار بھی اُس

وقت تک سائبان کے قریب پہنچ چکے تھے، بہار جادُو کو عُمرو کے سائبان کی طرف لپکتا دیکھ کر وہ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہ گئے۔ سائبان چاروں طرف سے اُن کے گھیرے میں تھا۔ بہار جادُو ہنٹر لہراتی ہوئی عُمرو کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ لیکن جیسے ہی وہ سائبان کے نیچے پہنچی، ایک دم اُلٹ کر ہوا میں لٹک گئی۔ سر نیچے اور ٹانگیں اُوپر۔ جادُو منتر بھی سب بھُول گئی۔ اپنے ماتحتوں اور خادموں کے آگے خود کو اِس حال میں پا کر دِل ہی دِل میں کُڑھنے اور شرمسار ہونے لگی۔

چند سردار اُسے اِس مُصیبت سے چھڑانے کے لیے آگے بڑھے۔ لیکن سائبان کے نیچے پہنچتے ہی وہ بھی اُلٹے لٹک گئے۔ چالاک جادُوگر یہ منظر دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے اور دُور رہتے ہوئے عُمرو اور اُس کے سائبان پر جادُو کے بان چلانے لگے۔ اُنھوں نے بڑا زور لگایا مگر ایک بان بھی نشانے پر لگ نہ سکا۔ سائبان کے قریب پہنچتے ہی سارے بان دائیں بائیں ہو کر آگے نِکل جاتے۔

کچھ دیر ان کی ناکامیوں سے مزہ لینے کے بعد عُمرو اُٹھ کر بہار جادُو کے قریب آیا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے کیے پر پچھتا رہی تھی۔ عُمرو نے اُس سے کہا۔

”شہزادی! میں تُمھیں ہلاک نہیں کرنا چاہتا ورنہ پہلے ہی نہ چھوڑتا۔ ذہین ہو۔ اعلیٰ خاندان کی چشم و چراغ ہو۔ زبان دے کر بدل جانا تُمھیں زیب نہیں دیتا۔ شرافت اور عقل سے کام لو۔ حق کو پہچانو۔ باطل سے مُنہ موڑو۔ جھوٹے خُدا القا کی بندگی ترک کرو۔ سچّے اور واحد خُدا کے آگے سر جھکاؤ۔ کلمہ پڑھو۔ ایمان لاؤ۔ ہماری شریک بن جاؤ۔ پہلے سے زیادہ عزّت اور مرتبہ پاؤ گی۔ دنیا کے ساتھ عاقبت میں بھی راحت پاؤ گئی۔ یقین کرو یہ طلِسم، جادُو اور منتر سب عنقریب فنا ہونے والا ہے۔ افراسیاب، شہزادہ اسد اور امیر حمزہ کے ہاتھوں جلد نیست و نابود ہونے والا ہے۔ اچھی طرح بُرا بھلا سوچ کر فیصلہ کرو۔ ایمان داری کے ساتھ اِطاعت کرنے کا وعدہ کرو۔ میں ابھی تُمھیں اِس مُصیبت اور ذِلّت سے رہا کر دوں گا۔“

عُمرو نام دار کی یہ باتیں بہار جادُو کے دِل پر اثر کر گئیں۔ اپنی غلطی پر اُس نے کھلے دل سے شرمندگی کا اِظہار کیا۔ آیندہ وفادار رہنے کا اقرار کیا۔ وہ جادُوگر جو بہار جادُو کو چھڑانے کی غرض سے سائبان کے نیچے آئے تھے اور اُلٹے لٹکے ہوئے تھے، اُنھوں نے بھی توبہ کی اور بہار جادُو کے ساتھ عُمرو کی اِطاعت

قبول کی۔ اس پر عُمرو نے اُچھل کر کرامتی چادر کو مُٹھّی میں لیا۔ چادر سکڑ کر اُس کے ہاتھ میں آ گئی، جِسے اُس نے زنبیل میں داخل کیا۔ بہار جادُو اور اُس کے سردار سیدھے ہو گئے اور ادب سے عُمرو کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

عُمرو نے بہار جادُو سے کہا۔ "بہتر ہے کہ آپ سرداروں کو طلب کیجیے۔ ان کے سامنے کھُل کر اپنے اِس فیصلے کا اعلان کیجیے۔ جو آپ کے کہنے پر چلے، اُسے اپنے ساتھ رہنے دیجیے۔ جو اِنکار کرے اُسے واپس جانے کا حکم دیجیے۔ بغاوت کا خُوف بالکل دِل میں نہ لایئے۔ جو بھی بے ادبی سے پیش آیا، وہ سر سلامت واپس لے کر نہ جا سکے گا۔"

بہار جادُو نے عُمرو کی اس ہدایت پر حرف بحرف عمل کیا۔ آدھی سے زیادہ فوج نے افراسیاب سے بے زاری اور بہار جادُو سے وفاداری کا اظہار کیا۔ باقی نے خاموشی کے ساتھ واپس جانے کو بہتر جانا۔ اُنہیں اجازت دے دی گئی۔

صُبح کو عُمرو اور بہار جادُو ساتھ ساتھ مہ رُخ کے لشکر میں گئے۔ اُنہیں دیکھتے ہی سب بہار جادُو کی تعریف اور عُمرو کی برائی کرنے لگے۔ عُمرو نے غصّے میں آ کر انہیں ڈانٹا تو سب اُسے مارنے کے لیے دوڑ پڑے۔ عُمرو گھبرا کر بہار جادُو سے

اُس کا سبب پوچھنے لگا۔ بہار جادُو نے پہلے تو اُن لوگوں کو روکا جو عُمرو کو مارنے کے لیے لپک رہے تھے۔ اِس کے بعد اُن کے گلوں میں پڑے ہوئے گجروں کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "یہ سب اِن گجروں کے پھُولوں کا اثر ہے۔ میں ابھی اِسے ختم کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے کُچھ پڑھ کر تالی بجائی۔ سارے گجرے آناً فاناً لوگوں کے گلوں سے غائب ہو گئے

اور وہ ہوش میں آ کر ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ عُمرو کے ساتھ بہار کو دیکھ کر پوچھنے لگے۔ "خواجہ جی! یہ کون عورت ہے؟ ہم یہاں کیسے پُہنچے؟ آپ کب آئے؟"

عُمرو نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور بہار جادُو کی فوج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "تم سب قید ہو چکے ہو۔ وہ سامنے والی فوج تمہاری پہرے دار ہے اور یہ عورت بہار جادُو ہے۔ سامنے والی فوج اِسی کی ہے۔"

"دادا جان! خُدا کے لیے مذاق مت کیجیے۔" اسد نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "سچ سچ بتائیے۔ کیا قصّہ ہے۔"

اِس پر بہار جادُو اور عُمرو نے انہیں ساری حقیقت سے آگاہ کیا۔ اصل بات معلوم کرنے پر سب خدا کا شکر ادا کرنے لگے۔ عُمرو کے نام کے نعرے لگانے لگے۔ کچھ دیر بعد بہار جادُو اور اُس کی فرمان بردار فوج کو ساتھ لے کر اپنے ٹھکانے کی طرف چل دیے۔ لشکر گاہ میں پہنچ کر مہ جبین نے دربار لگایا۔ عُمرو اور بہار جادُو کو انعام و اعزاز سے سرفراز کیا۔ اِس کے بعد کئی دِنوں تک فتح کا جشن دھوم دھام سے منایا جاتا رہا۔

بہار جادُو کی فوج کے جو لوگ واپس چلے گئے تھے اُنہوں نے جا کر ملکہ حیرت کو سارا ماں تفصیل سے بتایا۔ ظاہر میں وہ بڑی پریشان ہوئی مگر اندر ہی اندر خوش تھی کہ اس کی غدّاری کا حال جان کر افراسیاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اُس کا خیال دِل سے نکال دے گا۔ جس وقت اُسے یہ خبر ملی وہ باغِ سیب میں دربار لگائے ہوئے تھی۔ سلطنت کے ماتحت بادشاہ، نامور سردار اور جادُوگر دربار میں موجود تھے۔ بہن کی غدّاری پر مصنوعی غصّہ اور پریشانی ظاہر کرنے کے بعد ملکہ حیرت نے اہل دربار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

”بہار جادُو نے شاہی خاندان کی آن پر بٹّا لگایا ہے اور میری ناک نیچی کر دی

ہے۔ تُم میں سے کون ایسا جوان مرد ہے جو باغیوں کے مقابلے پر جانے اور انہیں گرفتار کر لانے کا حوصلہ رکھتا ہے۔ میں اِعلان کرتی ہُوں کہ آج جو بھی اِس کام کا بیڑا اُٹھائے گا بڑی خُوشی کے ساتھ میں بہار جادُو سے اُس کی شادی کر دوں گی۔

جمشید کی چادر

حیرت جادُو کا یہ اعلان سُن کر دربار میں سنّاٹا چھا گیا۔ کافی دیر تک سب ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ کوئی نہ اُٹھا۔ اس پر ملکہ نے غصّے سے کہا:

"کیا تم میں ایک بھی ایسا مرد نہیں جو باغیوں کو سزا دینے کی طاقت رکھتا ہو؟"

ملکہ کی یہ للکار خالی نہ گئی۔ تین جادُوگر سردار کرسیوں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُن میں ایک کا نام شدید، دوسرے کا قہر اور تیسرے کا عذاب جادُو تھا۔ ملکہ نے تینوں کی طرف تعریفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "شاباش! تم تینوں اپنی فوجیں لے کر ایک ساتھ باغیوں پر چڑھائی کرو۔ بہار جادُو سمیت سارے باغیوں کو پکڑ کر لائے تو میں اپنا وعدہ پورا کروں گی۔ بعد میں تم جس طرح چاہنا آپس میں فیصلہ کر لینا۔"

"بہت بہتر ملکہ عالیہ!" تینوں نے بڑے جوش سے کہا۔ "ہم ابھی روانہ ہوتے ہیں۔" یہ کہہ کر اُنہوں نے ملکہ کو جھک کر سلام کیا، فخر کے ساتھ سارے درباریوں پر نظر ڈالی اور اکڑتے ہوئے چلے گئے۔ ٹھکانے پر پہنچ کر اُنہوں نے اپنی اپنی فوجوں کو تیار کیا اور کوچ کا نقّارہ بجاتے ہوئے شان و شوکت کے ساتھ ملکہ مہ رُخ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تینوں سرداروں کی طلِسم باطن میں دھوم مچ گئی۔ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ یہ جادُوگر باغیوں کے خلاف زمین آسمان ایک کر دیں گے۔ کوئی نہ کوئی ضُرور کامیاب لوٹے گا۔

سرداروں کی روانگی کے بعد ملکہ حیرت شہر ناپُرساں چلی گئی اور اپنے محل گنبد نُور میں ناچ رنگ سے دِل بہلانے لگی۔ یہیں سے اُس نے افراسیاب کو جو پردۂ ظلمات میں چلا گیا تھا، بہار جادُو کی غدّاری اور شدید، قہر اور عذاب جادُو کی روانگی کی خبر بھیجی۔

مہ رُخ کے لشکر کے مقابلے میں پُہنچ کر سب سے پہلے عذاب جادُو اُس پر حملہ آور ہوا۔ اِس کے بعد قہر جادُو نے میدانِ جنگ گرم کیا۔ لیکن اِن میں سے ایک ملکہ فرمانیہ کے اور دُوسرا شکیل جادُو کے ہاتھوں مارا گیا۔ اُن کی فوجیں

بھی تتّر بتّر ہو گئیں۔ آدھے سے زیادہ مارے گئے، چوتھائی گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے، شدید جادُو کے لشکر میں پناہ گزیں ہوئے۔ اپنے دونوں ساتھیوں کی تباہی کے بعد تیسرے دِن شدید جادُو بڑے کرّوفر کے ساتھ میدانِ جنگ میں آیا۔ وہ ایک آتشیں ہاتھی پر سوار تھا۔ اس ہاتھی کے جسم سے نکلنے والے شعلے اور اُن شعلوں کی تپش اتنی تیز تھی کہ نہ تو کوئی اُس کے قریب آ سکتا تھا اور نہ اُس کی طرف نِگاہ جما کر دیکھ سکتا تھا۔ جو چیز بھی اُس کی تپش کے دائرے میں آئی، جل کر خاک ہو جاتی۔

شدید اپنا ہاتھی مہ رُخ کے لشکر کے سامنے لے جا کر کہنے لگا۔ ''اے باغیو! دیکھ لو پہچان لو۔ میں شدید جادُو ہُوں۔ اب تک جتنے جادُوگر تمہارے مقابلے پر آ چکے ہیں، وہ میرے شاگردوں سے بھی کمتر تھے۔ میرا مُقابلہ کرنا تمہارے بس سے باہر ہے۔ میں تمہیں آخری موقع دیتا ہُوں۔ ہتھیار پھینک کر میری اِطاعت قبول کرنے کا اعلان کرو بلکہ حیرت جادُو کی خدمت میں چلنے کا اقرار کرو۔ میں تمہیں معافی دِلوا دوں گا۔ لیکن اِنکار کرو گے تو کِسی سے رعایت نہ کروں گا۔ جو مُقابلے میں آئے گا اُسے قتل کروں گا۔''

شدید جادُو کی یہ ڈینگیں سُن کر ملکہ فرمانیہ کو سخت غصّہ آیا۔ مہ جبین سے اِجازت حاصل کر کے اُس نے اپنا تخت شدید کی سمت بڑھایا۔ مُقابلے پر پُہنچ کر اُس نے شدید کو للکارتے ہوئے کہا۔ ”تو جو کچھ ہے ابھی معلوم ہو جائے گا۔ یہاں کوئی بھی تیری دھمکی میں نہ آئے گا۔ لے! ہوشیار ہو جا۔ سنبھال میرا وار۔“

یہ کہہ کر فرمانیہ نے جھولی سے ایک کنکر نکالا اور کُچھ پڑھ کر شدید جادُو کی طرف پھینک دیا۔

فرمانیہ کے ہاتھ سے چھوٹتے ہی وہ کنکر بڑا ہوتا گیا۔ شدید جادُو کے قریب پہنچتے پہنچتے اُس نے ایک بُہت بڑی چٹان کی شکل اِختیار کر لی۔ صاف معلُوم ہو رہا تھا کہ یہ چٹان شدید جادُو اور اُس کے ہاتھی دونوں کا کچومر بنا دے گی۔ لیکن شدید جادُو کے چہرے پر گھبراہٹ نام کو نہ دِکھائی دیتی تھی۔ اُس نے اپنا ہاتھی بھی اِدھر اُدھر نہ ہٹایا۔ جس جگہ کھڑا تھا وہیں جما کھڑا رہا۔ جوں ہی وہ بھاری چٹان آتشیں ہاتھی کے دائرہ تپش میں داخل ہوئی رُوئی کے گالے کی طرح جل اُٹھی۔ دوسرے لمحے اُس کی راکھ ہوا میں چاروں طرف اُڑ رہی

تھی۔

شدید کے لشکر نے خُوشی کے زور دار نعرے بُلند کیے۔ مہ رُخ کے لشکر میں سنّاٹا چھا گیا۔ ملکہ فرمانیہ نے جھنجھلا کر ایک فولادی گولا شدید جادُو کو پھینک مارا۔ وہ نشانے پر پہنچنے سے پہلے ہی آتشیں ہاتھی کی حرارت سے پھٹ کر تباہ ہو گیا۔ اب شدید کی باری تھی۔ اُس نے ایک فاتحانہ قہقہہ لگایا۔ جھولی میں ہاتھ ڈال کر ایک لیموں اور ایک ننھا سا کیچوے جتنا سانپ نِکالا اور جادُو پڑھ کر ملکہ فرمانیہ کی طرف پھینک دیا۔ اُس کے ہاتھ سے چھوٹتے ہی لیموں نیلے رنگ کا ایک چمک دار قُمقُمہ بن گیا۔ پھر سیدھا ملکہ فرمانیہ کے سر پر جانے کے بجائے آدھا فاصلہ طے کر کے، چکّر کھاتے اُوپر اُٹھنے لگا۔ اِس عمل کے دوران اس میں رنگ برنگی چنگاریاں نکلنے گیں، جیسی آتش بازی کی پھلجھڑیوں سے نِکلتی ہیں۔ ننھا سانپ زمین پر آ گرا تھا اور لہراتا ہوا تیزی سے ملکہ فرمانیہ کی جانب بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ملکہ کی ساری توجّہ قمقمے کی طرف تھی۔ وہ سانپ کو نہ دیکھ سکی۔ قُمقُمہ کبھی چکّر کھاتا ہوا نیچے آتا، کبھی اُوپر جاتا۔ کبھی ملکہ کی طرف لپکتا، کبھی پیچھے پلٹ آتا۔ مگر سانپ دم بہ دم ملکہ کے قریب ہوتا جاتا۔

آخر کار وہ اُس کے تخت کے نیچے پُہنچ گیا۔ ملکہ اب بھی بچاؤ کے منتر پڑھتے ہوئے قمقمے پر نِگاہ جمائے ہوئے تھی۔ اچانک سانپ اُچھلا اور ملکہ کی کلائی سے لپٹ گیا۔

اب جا کر ملکہ چونکی۔ سانپ کو کلائی سے لپٹا ہوا دیکھتے ہی وہ قمقمے کی چال کا مطلب سمجھ گئی۔ مگر اب وقت ہاتھ سے نِکل چکا تھا۔ قبل اِس کے کہ وہ سانپ کے توڑ کا کوئی منتر پڑھتی، سانپ اُسے ڈس چکا تھا۔ اس کے بعد اِدھر سانپ اس کی کلائی سے گرا، اُدھر وہ بے ہوش ہو کر تخت پر ڈھیر ہو گئی۔

شدید جادُو نے ملکہ فرمانیہ کو بے ہوش ہوتا دیکھ کر زور دار فاتحانہ قہقہہ لگایا اور اپنے غلاموں کو ملکہ فرمانیہ کے تخت کی سمت بڑھنے کا اشارہ کیا۔ چند غُلام ملکہ کو لے جانے کے لیے اُس کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے۔ اِسی موقع پر ملکہ مہ رُخ نے منتر پڑھ کر ایک طِلِسمی پنجہ پیدا کیا اور اُسے اشارہ کیا کہ جا کر ملکہ فرمانیہ کو اُٹھالائے۔ شدید کے غلام ابھی فرمانیہ کے تخت کے قریب نہ پہنچ پائے تھے کہ طِلِسمی پنجہ شہباز کی طرح جھپٹا اور پھُول کی طرح فرمانیہ کو اُٹھا لے گیا۔ شدید کے غُلاموں کا اور کوئی بس نہ چلا تو وہ اُس کا خالی تخت ہی

اُٹھالائے۔

شدید نے غرور میں آ کر پھر مہ رُخ کو مقابلہ کے لیے للکارا۔اِس مرتبہ مہ رُخ کا بیٹا شکیل جادُو اس کے مقابلے پر آیا۔شدید نے اُس پر جادُو کا بان چلایا۔اس بان کو رد کر کے شکیل نے پھُرتی سے ایک تیر شدید کی سمت ہوا میں اُچھالا۔ تیر کے پھل کے قرب ایک بھیگا ہوا کپڑا لپٹا تھا جس سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اس کے ساتھ کچھ کنکر بھی بندھے ہوئے تھے۔ تیر شدید کے اوپر پہنچ کر غائب ہو گیا۔ لیکن دُوسرے ہی لمحے ایک گھنگھور گھٹا اُونچے شامیانے کی طرح اُس کے اوپر چھا گئی۔ موسلا دھار مینہ برسنے لگا۔ ساتھ ہی تیروں اور بڑے بڑے پتھروں کی ہر طرف بوچھار ہونے لگی۔ کچھ دیر تو آتشیں ہاتھی کی تپش پانی سے بھاپ بن کر اُڑتا رہا۔ تیر اور پتھّر بھسم ہوتے رہے۔ پھر اُن کی مسلسل ٹھنڈک اثر کرنے لگی۔ آتشیں ہاتھی کی تپش کم ہونے لگی۔

شدید جادُو کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ اُس نے جھولی سے ایک انڈا نکال کر کوئی منتر پڑھا اور بادلوں کی طرف اُچھال دیا۔ انڈا ایک زور دار دھماکے سے

پھٹ گیا۔ ہواؤں کے طوفانی جھکّڑ چلنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس کے سر پر چھائے ہوئے بادل اِدھر اُدھر بکھر گئے شکیل جادُو نے غصّے میں آ کر دوسرا وار کیا۔ اس مرتبہ ہاتھی سے اُونچی لہریں میدان میں پیدا ہوئیں اور شدید جادُو کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے کر اُس کی طرف بڑھنے لگیں۔

شدید کو سخت غصّہ آیا۔ وہ اُوپر اُڑا اور ایک تِیر شکیل جادُو پر کھینچ مارا۔ یہ وار کر کے وہ پھر ہاتھی پہ آ رہا اور جلدی جلدی منتر پڑھ کر قریب آتی ہوئی لہروں پر پھُونکنے لگا۔ پانی کی خون ناک لہریں ہوا بن کر غائب ہونے لگیں۔ شکیل جادُو کی توجّہ لہروں کی طرف تھی۔ وہ شدید کو اُڑتا اور اپنی جانب تیر چلاتا ہوا نہ دیکھ سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شدید کا تیر اُس کا شانہ توڑ کر باہر نِکل گیا۔ خُون کا فوّارہ زخم کے دونوں جانب سے بہنے لگا۔ درد کی شدّت سے وہ چند ہی لمحوں میں بے ہوش ہو گیا۔ مہ رُخ اپنے بیٹے کا یہ حال دیکھ کر تڑپ گئی۔ پنجہ بھیج کر اُس نے شکیل کو بھی اُٹھوا منگوایا۔ اور فرمانیہ کے علاوہ اُس کی بھی جان بچانے کی کوشش کرنے لگی۔

پانی کی لہریں ختم کرنے کے بعد شدید جادُو نے شکیل کو غائب پایا تو مہ رُخ کے

لشکر کی طرف مُنہ کر کے کہنے لگا۔ "اے باغیو! تم نے دیکھ لیا۔ تم میں کوئی بھی میری ٹکّر کا نہیں ہے۔ اب میں تم پر بجلیاں برسانے والا ہُوں۔ اگر بہار جادُو تُم میں موجود ہو تو وہ میرے سامنے آئے اور تمہاری سفارش کرے۔"

یہ سن کر بہار جادُو سے ضبط نہ ہو سکا۔ ملکہ مہ جبین الماس پش کے تخت کو بوسہ دے کر وہ بڑی شان کے ساتھ شدید جادُو کی طرف بڑھنے لگی۔

وہ اپنی فوج کی سب سے اگلی صف سے کچھ دور آگے نکل کر ایک ٹیلے کی چوٹی پر کھڑی ہو گئی۔ اس وقت وہ اپنے خوبصورت مور پر سوار تھی۔ سامنے میدان کے بیچ میں شدید اپنے آتشیں ہاتھی پر سوار کھڑا تھا۔ اس کے پیچھے دُور دُور تک اُس کا لشکر پھیلا ہوا تھا۔ دشمنوں پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد بہار جادُو نے ایک گلدستہ جھولی سے نکال کر اُن کی طرف پھینک دیا۔ اُسی وقت ہوا کے جھونکے چلنے شروع ہو گئے۔ وہ مُسکرائی اور اپنے بالوں کی ایک لٹ کھول کر ہلانے لگی اور مست کر دینے والی خوش بُو ہوا کے جھونکوں کے ساتھ دشمنوں تک پُہنچنے لگی۔ سب اس خوشبو سے مست ہو کر بہار جادُو کو دیکھنے لگے۔

اب بہار جادُو نے ایک اور گلدستہ جھولی سے نکال کر خالی میدان کی طرف اُچھال دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے رنگا رنگ پھولوں کا انتہائی خوبصورت باغ وجود میں آ گیا۔ وہ اپنے مور کو آگے بڑھاتی بڑی شان کے ساتھ اُس باغ کے بیچوں بیچ جا کھڑی ہوئی۔ شدید اور اُس کی ساری فوج بے قابو ہو کر باغ کے اندر آ گئی اور بہار جادُو کے چاروں طرف بھیڑ لگا کر کھڑی ہو گئی۔ سپاہیوں نے اپنے ہتھیار اور جادُوگروں نے اپنی جھولیاں زمین پر پھینک دیں۔ اب آخری وار کی صورت تھی۔ بہار جادُو مُسکرائی۔ منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ ایک ساتھ سب کے گلوں میں پھولوں کے گجرے پڑ گئے۔ سب دیوانوں کی طرح چلّانے لگے۔ ”اے ملکہ! ہمیں معاف کر۔ ملکہ حیرت جادُو کے بہکائے میں آ کر ہم نے تُجھ پر فوج کشی کی۔ اب شرمندہ ہیں۔ دِل سے تیری اِطاعت قبول کرتے ہیں۔ آج سے بس تیرے غُلام ہیں۔“

”شدید جادُو کہاں ہے؟ میرے سامنے آئے۔“ بہار جادُو چاروں طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے بولی۔ ”شدید، بہار جادُو کو دیکھ کر اور اُس کے بالوں کی خوشبو سونگھ کر ایسا مست ہُوا تھا کہ اپنا ہاتھی چھوڑ چھاڑ پیدل ہی باغ میں آ داخل ہوا

تھا۔ اور سپاہیوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا تھا۔ وہاں کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا۔ افسر ماتحت کا لحاظ کیسے قائم رہتا۔ بہار جادُو نے اس کا نام لے کر پکارا تو وہ چونکا۔ بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

"یہ غلام حاضر ہے ملکہ! حکم فرمایئے۔"

بہار جادو نے رُعب سے کہا۔ "کیا تجھے اِس بات پر شرم نہیں آتی کہ حیرت کے ورغلانے میں آ کر تو نے مجھے گرفتار کرنے کا ناپاک ارادہ کیا تھا؟"

"میں معافی چاہتا ہوں ملکہ!" شدید جادُو نے کہا۔

"بس! تو اب یہاں ٹھہرنا تُجھ پر حرام ہے۔" بہار جادُو نے حکم دیا۔ "اسی وقت اپنی فوج کے ساتھ واپس جا، حیرت کو کان سے پکڑ کر میرے پاس لے آ۔ خبر دار! خالی ہاتھ واپس نہ آنا۔"

"بہت بہتر ملکہ عالیہ! میں ابھی جاتا ہُوں۔ ناکام رہا تو شکل نہ دکھاؤں گا۔" شدید جادُو نے سر جھکا کر کہا اور اپنی فوج کو شہر ناپُرساں کی سمت کُوچ کرنے کا حکم دیا۔ سب بہار جادُو کے سحر میں گرفتار تھے۔ کسی نے چُوں نہ کی۔ سب چیختے چنگھاڑتے ملکہ حیرت جادُو کے خلاف نعرے لگاتے آندھی طوفان کی

طرح چل دیے۔

مہ رُخ کا لشکر دشمن کا یہ حال دیکھ کر بے اختیار قہقہے لگانے لگا۔ ہنستے ہنستے سب کے پیٹوں میں بل پڑ گئے۔ بہار جادُو اپنی جگہ خاموش کھڑی رہی۔ شدید جادُو کا لشکر اُس کی نگاہوں سے او جھل ہو گیا۔ تو اُس نے مُسکراتے ہوئے سحر پڑھا اور تالی بجائی۔ طلِسمی باغ آناً فاناً غائب ہو گیا۔ اب اُس نے اطمینان کے ساتھ اپنے مور کو موڑا اور ملکہ مہ جبین الماس پوش کے تخت کی طرف چل دی۔ وہ جس صف میں سے ہو کر گزرتی، سب اُس کے لیے راستہ بنا دیتے۔ ہاتھ ہلا ہلا کر تالیاں بجا بجا کر اُن کا خیر مقدم کرتے۔ جیسے ہی وہ تخت کے قریب بھی، کہ مہ جبین نے اس پر موتی نچھاور کیے۔ اسد نے پیٹھ تھپتھپا کر شاباش دی۔ مہ رُخ اور فرمانیہ نے اُسے گلے لگا لیا۔ پھر دل آرام نے ملکہ مہ جبین کی جانب سے اعلان کیا:

"اس فتح کی خوشی میں سات دِن رات مسلسل جشن منایا جائے گا۔"

ملکہ مہ رُخ نے لشکر میں منادی کرا دی کہ دشمن جادُو گروں کی چھاؤنی کا سارا سازو سامان لشکروں کو انعام میں دیا جاتا ہے۔ لشکر کا جو شخص دشمن کی جس

چیز پر قبضہ جمائے گا، وہ چیز اُسی کی ہو گی۔"

اب مہ رُخ کے لشکر کو تو مالِ غنیمت لوٹنے اور جشن منانے دیجیے، کُچھ حال افراسیاب کا سُنیے۔ ملکہ حیرت جادُو کو سلطنت کا کام سپرد کر کے اپنے ستارے کی نحوست دُور کرنے کے خیال وہ طلِسم ظلمات میں جا پُہنچا۔ ایک تاریک گوشے کو اپنا ٹھکانا بنایا اور طرح طرح کی قربانیوں، پُوجا اور منتروں سے خُود کو تسکین پہنچانے لگا۔ اُس نے اپنے آپ کو ساری دنیا سے بے تعلق کر لیا تھا اور ہر وقت یکسوئی کے ساتھ اپنے ٹونوں، ٹونکوں اور وظیفوں میں لگا رہتا تھا۔

لیکن زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ایک روز اچانک ملکہ حیرت جادُو کا بھیجا ہوا خط اُسے ملا۔ یہ وہی خط تھا جس میں بہار جادُو کی غدّاری اور شدید وغیرہ کو اس کی گرفتاری کے لیے روانہ کیے جانے کی خبر تفصیل سے لکھی گئی تھی۔

یہ خط پڑھ کر افراسیاب کے ہوش اُڑ گئے۔ بہار جادُو کو چھُڑانے اور باغیوں کو مٹانے کا سودا اُس کے پر سوار ہو گیا۔ باغیوں پر حاوی ہونے کی ترکیب سوچتے سوچتے اُسے ایران کے قدیم بادشاہ جمشید کی چادر کا خیال آیا اور اُسے حاصل کرنا اُسے ضروری نظر آیا۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ اُس نے بیابانِ ہستی کی راہ لی۔

ہفتوں کا سفر دِنوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کرتا وہ بیابان کے آخری سرے پر جا پہنچا۔

یہاں ایک زبردست آگ کا دریا اُس کے سامنے موجیں مار رہا تھا۔ جمشید کا مقبرہ اِسی دریا کے پار تھا۔ ہوا میں اُڑتے ہوئے اس نے یہ دریا بھی پار کر لیا۔ دوسرے کنارے پر اُسے ایک بہت بڑا میدان نظر آیا جس کے درمیان میں ایک محل جیسی خوبصورت اور شان دار عمارت ہوا میں معلّق تھی۔ یہی جمشید کا مقبرہ تھا۔ اِرد گرد ڈراؤنی شکلوں والے صدہا جادُوگر آسن جمائے منتر پڑھ رہے تھے۔ سب اپنی دھن میں مست تھے۔ کسی نے افراسیاب کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ نہ افراسیاب ہی نے کِسی سے کوئی بات کی۔

افراسیاب اُن کے درمیان سے گزرتا ہوا سیدھا مقبرے کے قریب جا پہنچا۔ اُس نے اُڑ کر مقبرے کے اندر جانا چاہا، لیکن زور لگانے پر بھی دروازے کی چوکھٹ سے اُوپر نہ جا سکا۔ وہ سمجھ گیا کہ چڑھاوا پیش کیے بغیر وہ اندر نہ جا سکے گا۔ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر جمشید کی قبر کو ڈنڈوت کی۔ ایڑی کی بوٹی کاٹ کر چڑھاوا چڑھایا اور زور زور سے جمشید کی حمد گانے لگا۔ مقبرے کے اندر

جمشید کی سات پُجارنیں جھولا جھُول رہی تھیں۔ سینکڑوں زبردست جادُوگر صحن میں بیٹھے جمشید کی عبادت کر رہے تھے۔ افراسیاب کے چڑھاوے کی خُوشبو اور حمد گانے کی آواز سُن کر جادُوگروں نے دروازہ کھول دیا۔ پُجارنوں نے آگے بڑھ کر اُس کا استقبال کیا۔ آنے کا سبب پُوچھا۔ افراسیاب نے اپنی پریشان اور چادر کی خواہش ظاہر کی۔ چُوں کہ وہ شہنشاہِ طلِسم اور جمشید کا عقیدت مند تھا، کنیزوں نے اُسے تسلّی دی اور ساتھ لے جا کر ایک تابوت کے کنارے کھڑا کر دیا۔ افراسیاب نے سوالیہ نگاہوں سے کنیزوں کی طرف دیکھا تو اُن میں سے ایک نے ادب سے کہا: ”اے شہنشاہ! یہی جمشید کی قبر ہے۔ تابوت کا ڈھکنا اُٹھایئے اور چادر نکال لیجیے۔ آپ کے علاوہ دوسرا کوئی اِسے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔“

افراسیاب نے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر تابوت کو ڈنڈوت کی اور آگے بڑھ کر اُس کا ڈھکن اُٹھانے لگا۔ جیسے ہی اُس کا ہاتھ تابوت پر لگا، مقبرے میں ٹنگے ہوئے سینکڑوں گھنٹے خود بخود بجنے لگے۔ مقبرے کے اندر اور باہر موجود سارے جادُوگر ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر جمشید کی حمد گانے لگے۔

افراسیاب کا دِل کانپ اُٹھا۔ اس نے ڈھکن کو ذرا سا اُوپر کر کے ایک ہاتھ تابوت کے اندر ڈال دیا۔ چادر میت کے کفن کے اوپر پھیلی ہوئی تھی۔ افراسیاب کی انگلیاں ٹکرائیں تو اُس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ بڑی مشکل سے اس نے جی کڑا کیا۔ چادر کو آہستہ سے اُٹھا کر مُٹھّی میں پکڑا اور احتیاط کے ساتھ باہر نکال لیا۔

مقبرے کے گھنٹے بجنے بند ہو گئے۔ جادُوگروں نے بھجن گانا ختم کیے اور شہنشاہ افراسیاب زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ افراسیاب کا سینہ فخر سے پھُول گیا۔ اُس نے چادر کو ایک بڑے ریشمی رومال میں رکھنے کے بعد اُسے اپنی جھولی میں ڈال لیا اور پھر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ طِلسم ظلمات کو جاتے ہوئے افراسیاب نے ملکہ حیرت جادُو سے کہا تھا کہ جب تک باغیوں کا خطرہ ٹل نہیں جاتا، میں طِلسم ظُلمات میں رہوں گا۔ البتہ کبھی کبھی اپنی پر چھائیں بھیجتا رہوں گا یا خُود آ جایا کروں گا۔ ملکہ حیرت جادُو شدید وغیرہ کو باغیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کرنے کے بعد باغِ سیب سے شہر ناپُرساں میں اپنے محل گُنبد نُور چلی گئی تھی۔

اُس وقت سے باغِ سیب میں دربار لگنا بند ہو گیا تھا۔ البتّہ سارے درباری، مختلف مُلکوں کے ماتحت بادشاہ اور اُن کے سفیر باغِ سیب کے اِرد گرد اپنے اپنے محلوں میں موجود رہا کرتے تھے۔ ایک دن وہ سب اپنی رہائش گاہوں میں عیش کے رہے تھے کہ اچانک شاہی نقّاروں کی گونج سُن کر چوکنّا ہو گئے۔ نقّاروں کی آواز دم بہ دم قریب آتی جا رہی تھی۔ اور یہ اِس بات کا اِعلان تھا کہ شہنشاہ افراسیاب عنقریب باغِ سیب میں پُہنچا چاہتا ہے۔ اُنہوں نے جلدی جلدی درباری لباس پہنا اور ایک ایک دو دو کر کے دربار میں پہنچنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں باغِ سیب کھچا کھچ بھر گیا۔ سب لوگ مرتبے کے مطابق کُرسیاں سنبھال کر شہنشاہ کا انتظار کرنے لگے۔ چند لمحوں بعد تختِ شاہی ہوا میں اُڑتا ہوا ظاہر ہوا۔ درباری تعظیم کے لیے اپنی اپنی نشستوں سے اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ افراسیاب بڑے جلال کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ تخت آہستہ آہستہ نیچے اُترتا ہُوا اپنی جگہ پر آکر جم گیا۔ دربار میں مرحبا اور خوش آمدید کی صدائیں گونجنے لگیں۔ درباری باری باری افراسیاب کے سامنے آکر سلام اور نذرانے پیش کرنے لگے۔

یہ سلسلہ ختم ہوا تو افراسیاب کے اشارے پر سلطنت کے معاملات کی رپورٹ اُس کے سامنے پیش کی گئی۔ ابھی وہ اس رپورٹ کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک اُس کے کانوں میں اُس طِلسمی نقّارے کی آواز گونجنے لگی جو طِلسم ہوش رُبا اور سلطنتِ کوہِ عقیق کی ایک سرحدی پہاڑی پر رکھا ہوا تھا۔ نقّارے کی آواز سُنتے ہی افراسیاب سمجھ گیا کہ سلیمان نے اُسے کوئی خط بھیجا ہے۔ اُس نے ایک طِلسمی پنجے کو اشارہ کیا کہ سرحدی پہاڑی پر جائے اور نقّارے کے قریب رکھا ہوا سُلیمان کا خط اُٹھا لائے۔ طِلسمی پنجہ اپنی جگہ سے اُڑا اور دیکھتے ہی دیکھے غائب ہو گیا۔ افراسیاب پھر رپورٹ پڑھنے لگا۔ ایک جگہ بیان کیا گیا تھا کہ ملکہ حسینہ جادُو، جسے افراسیاب نے کوہِ عقیق کی سرحد پر جا کر خداوند لقا اور سُلیمان عنبریں کی حمایت میں امیر حمزہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا، لشکر ساتھ لینے کے خیال سے اپنے ملک میں گئی مگر آج تک محاذِ جنگ پر نہ پُہنچ سکی۔ کچھ ایسی بیماری اسے لگ گئی ہے کہ نہ تو اُسے اپنی صحت سے مایوسی ہوتی ہے نہ روانگی کے قابل ہوتی ہے۔

یہ حال معلوم ہوتے ہی افراسیاب کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ وہ خُداوندِ لقا کی

ناراضی اور پریشان کا تصوّر کر کے دِل ہی دِل میں شرمندگی محسوس کرنے لگا۔ اِتنے میں شاہی پنجہ سُلیمان عنبریں کا خط لے آیا۔ لکھا تھا:

"مدت ہوئی کہ حضور سے مدد بھیجنے اور خُداوندِ لقا کے دل سے امیر حمزہ کی فکر دُور کرنے کی درخواست کی تھی۔ حضور نے فرمایا تھا کہ ملکہ حسین جادُو کو ایک زبردست فوج کے ساتھ بھیج رہا ہُوں۔ لیکن ابھی تک اُس کا کوئی پتا نہیں۔ اِس سے دُشمنوں کے حوصلے بڑھتے جا رہے ہیں۔ دوستوں کی ہمتیں پست ہو رہی ہیں۔ خُداوندِ لقا فرامُرز شاہ اور بختیارک بھی فکر مند ہیں۔ لہٰذا درخواست ہے کہ توجّہ فرمائیں۔ جلد کسی کو بھیجیں کہ یہ مُعاملہ ختم ہو۔ خُداوند لقا کے وفاداروں کا سر فخر سے بلند ہو۔ اُمّید ہے کہ حضور اِس تھوڑے لکھے کو بُہت جانیں گئے۔"

افراسیاب نے یہ خط پڑھ کر سوچا اور پھر کچھ سحر پڑھ کر ایک سمت اِشارہ کرتے ہوئے گرجا "اے سرمست جادُو! حاضر ہو!"

جس گوشے کی طرف افراسیاب نے اشارہ تھا، وہاں اِکبارگی سیاہ دھواں چکّر کھانے لگا۔ آگ اور پتھر برسنے لگے۔ اور پھر خُون جیسی سُرخ اور اُبلی ہوئی

آنکھوں والا ایک خوفناک جادُوگر انسانی کھوپڑیوں کی مالا پہنے جھومتا ہوا دھوئیں میں سے باہر نِکلا۔ اُسے دیکھتے ہی درباریوں پر ہیبت طاری ہو گئی۔ افراسیاب کے قریب پہنچ کر اُس نے تخت کو بوسہ دیا اور ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہنے لگا۔ "اے آقا! غُلام حاضر ہے۔ حکم فرمایئے۔"

"سر مست جادُو!" افراسیاب نے کہا۔ "تیری طاقت اور وفاداری کے امتحان کا وقت آ پہنچا ہے۔ ذرا اپنی فوج لے کر کوہِ عقیق کو روانہ ہو جا۔ وہاں خُداوندِ لقا کا دیدار کر۔ فرامُرز شاہ، بختیارک اور سُلیمان عنبریں سے ملاقات کر۔ امیر حمزہ اُن پر فوج لے کر چڑھ آیا ہے، اُسے دفع کر اور زندہ یا مُردہ خداوند کے حضور پیش کر۔"

"بہت بہتر آقا!" سر مست جادُو نے کہا۔ "اِطمینان رکھیے۔ اِمتحان میں پورا اُتروں گا۔ اگر حمزہ کوئی دیو ہے تو مچھّر کی طرح مسل ڈالوں گا۔ پہلوان ہے تو کچّا چبا جاؤں گا، چٹّان ہُوا تو سرما بنا دُوں گا، فولاد ہوا تو پانی کر دُوں گا، آسمان ہُوا تو قدموں پر جھکا دُوں گا اور اگر سمندر ہوا تو بھاپ بنا کر اُڑا دوں گا۔ اُس کی کیا مجال جو خُداوندِ لقا سے گُستاخی کر سکے۔"

یہ کہہ کر سر مست جادُو دربار سے رُخصت ہوا اور ایک زبردست فوج لے کر دھُوم دھام سے کوہِ عقیق کی سمت روانہ ہو گیا۔

اب افراسیاب نے ایک مشہور سردار روناس جادُو کو طلب کیا، چادرِ جمشید اُس کے حوالے کی اور کہنے لگا:

"اسے روناس! عُمرو اور مہ رُخ نے طلِسم ہوش رُبا میں ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ بہار جادُو کو اپنا بنا رکھا ہے۔ جلد سے جلد اپنی ساری فوج کے ساتھ اُن کی سر کوبی کے لیے روانہ ہو جا۔ بہار جادُو کو جس طرح بن پڑے واپس لا۔ یہ چادر حفاظت سے رکھنا اور مصیبت کے وقت استعمال کرنا۔ اس کے ہوتے بہادُروں کا کوئی ہتھیار، جادُو گروں کا کوئی وار تُجھ پر اثر نہ کرے گا۔ جس کو چاہے گا اِس چادر کی ہوا سے بے ہوش کر دے گا۔ جِسے چاہے گا وہ ہوش میں آ جائے گا۔ جب تک یہ چادر تیرے پاس رہے گی، تجھ پر کوئی حاوی نہ ہو سکے گا۔ تو سب پر بھاری رہے گا۔"

عیّارنیں اور عیّار

چادر جمشید پا کر روناس خوشی سے پھُولا نہ سمایا۔ ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ سارے درباری رشک کی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگے۔ ہر ایک کا دل گواہی دے رہا تھا کہ اب روناس یقیناً باغیوں پر فتح پائے گا۔ بہار جادُو، مہ رُخ، فرمانیہ، مہ جبین، اسد اور عُمرو وغیرہ سب کو گرفتار کر لائے گا۔

روناس رخصت ہونے لگا تو افراسیاب نے کہا۔ ”میں یہاں سے ملکہ حیرت کے پاس شہر ناپُرساں جا رہا ہوں۔ باغیوں کو گرفتار کر کے وہیں لانا۔“

روناس نے سر جھکا کر اور سینے پر ہاتھ رکھ کر افراسیاب کو سلام کیا اور اپنے ٹھکانے پر جا کر روانگی کی تیاری کرنے لگا۔ پھر جب سرمست جادُو امیر کے مقابلے کے لیے اور روناس جادُو مہ رُخ کے مُقابلے کے لیے اپنی اپنی فوجیں

لے کر طلِسمِ باطن سے روانہ ہو گئے تو افراسیاب نے بھی شہرِ ناپُرساں کی راہ لی۔

افراسیاب اِس بات سے بالکل بے خبر تھا کہ بہار جادُو کے سحر میں مبتلا ہو کر شدید جادُو مع اپنی فوج کے شہر ناپُرساں پُہنچ چکا تھا اور اہل شہر پر قیامت ڈھا رہا تھا۔ افراسیاب جب وہاں پہنچا تو شہر میں کُہرام مچا ہوا تھا۔ شدید جادُو کی فوج ہر طرف لوٹ مار کر رہی تھی۔ خود شدید جادُو شاہی محافظوں کو مارتا کاٹتا ملکہ حیرت کے محل گُنبدِ نُور کے احاطے میں داخل ہو چکا تھا اور ملکہ کو اپنے مقابلے پر آنے کے لیے للکار رہا تھا۔

ملکہ کے خط سے افراسیاب کو پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ قہر جادُو اور عذاب جادُو کے ساتھ شدید جادُو بھی مہ رُخ اور بہار جادُو وغیرہ کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اب جو اُس نے شدید جادُو اور اُس کے ساتھیوں کو ہنگامہ کرتے دیکھا تو فوراً سمجھ گیا کہ وہ بہار جادُو کے سحر کے اثر میں ہیں۔ اِس کا توڑ سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا کہ انہیں ہلاک کر دیا جائے۔ یہ بات اِس کے لیے تکلیف دہ تھی۔ اگر اور کوئی چارہ نہ دیکھ کر اس نے ایک فولادی گولا اپنی

بغلی تھیلی سے نکالا اور سحر پڑھ کر شدید جادُو کی طرف پھینک دیا۔ گولا سنسناتا ہوا آن کی آن میں شدید جادُو کی پیٹھ پر لگا اور سینہ توڑ کر باہر نِکل گیا۔ شدید خاک و خون میں تڑپنے لگا۔ اس کے ہمراہی یہ دیکھ کر افراسیاب کی طرف پلٹ پڑے۔ اُن کے تیور صاف بتا رہے تھے کہ وہ افراسیاب کی تِکّا بوٹی کر کے رکھ دیں گے۔

افراسیاب نے فوراً سحر پڑھ کر تالی بجائی۔ زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ زمین شق ہوئی۔ بارہ طِلسمی پُتلے نِکل کر اُس کے سامنے آ گئے۔ چار کو اُس نے اپنے اوپر حملہ کرنے والوں کے قتل کا حکم دیا۔ باقی کو شہر میں پھیل کر فسادیوں کا صفایا کرنے کا اشارہ کیا۔ اِس کے بعد تخت کو اُڑا کر محل میں ملکہ حیرت جادُو کے پاس پہنچا۔ شدید جادُو کے ساتھیوں کا قتلِ عام شروع گیا۔ ہر جادُوگر کے مرنے پر آندھی چلتی، تاریکی پھیلتی، شور غُل مچتا اور اُس کے ہم زاد اُس کی موت کا اعلان کرتے۔ افراسیاب اور ملکہ حیرت دونوں یہ اِعلان سُنتے اور افسوس کرتے کہ اپنے آدمی اپنے ہی ہاتھوں ہلاک ہو رہے ہیں۔

کچھ دیر بعد اِن آوازوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ محل کے باہر خاموشی چھا گئی۔ یہ

اِس بات کا اِعلان تھا کہ شدید جادُو کی فوج مکمل طور پر ختم ہو چکی ہے۔ ملکہ حیرت نے افراسیاب سے کہا۔ ”جہاں پناہ! اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ اِجازت دیجیے کہ جا کر باغیوں کی خبر لوں۔ سرداروں سے یہ کام نہ بن سکے گا۔ میرے سوا کوئی جا کر باغیوں پر قابو نہ پا سکے گا۔ وفاداروں کو خواہ مخواہ کٹوانے سے کیا فائدہ ہے؟“

”تم فکر نہ کرو ملکہ۔“ افراسیاب نے کہا۔ ”میں روناس کو روانہ کر چکا ہُوں۔ چادرِ جمشید لایا تھا سو اُس کے حوالے کر چکا ہوں۔ مہ رُخ اور بہار جادُو کا کوئی جادُو اُس پر نہ چل سکے گا۔ نہ دشمنوں کا کوئی ہتھیار اُس پر کارگر ہو سکے گا۔ یقین رکھو۔ وہ ہرگز ناکام نہ لوٹے گا۔ سارے باغیوں کو باندھ کر لے آئے گا۔“

افراسیاب کی یہ بات سُن کر ملکہ حیرت کے دِل کی اُداسی دور ہو گئی۔ کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد وہ بولی۔ ”آپ نے بڑا اچھا کیا۔ چادرِ جمشید بے شک اس کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ مگر میرا دل دشمن کے عیّاروں سے کھٹکتا ہے۔ بہادُری اور جادُوگری پر عیّاری کا پلّہ بھاری رہتا ہے۔ حضور اِس پر کیوں توجّہ

نہیں دیتے، اِن عیّاروں کے مقابلے پر نمک خوار عیّارنوں کو کیوں نہیں بھیجتے؟ آخر شہر نِگارستان، صرصر عیّارہ کو جاگیر میں کیوں دیا گیا ہے؟ اُس کا ہنر آخر کِس دِن ہمارے کام آئے گا؟"

افراسیاب ملکہ حیرت کی اِس بات پر اِس طرح چونک اُٹھا جیسے اپنی کسی غلطی کا اچانک اِحساس ہو گیا ہو۔ "تمہارا یہ مشورہ بڑا قیمتی ہے ملکہ! میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔" افراسیاب نے ملکہ حیرت سے کہا اور ایک جادُوگر کو بُلا کر حکم دیا۔ "اِسی وقت اُڑتے ہوئے شہر نِگارستان جاؤ اور صرصر عیّارہ کو مع ٹولی حاضر ہونے کی تاکید کرو۔"

شہر ناپُرساں سے شہر نِگارستان کا فاصلہ کچھ زیادہ نہ تھا۔ جادُوگر جلد ہی وہاں جا پہنچا۔ شہنشاہ کا پیغام ملتے ہی صرصر نے اپنی نائب صبار فتار اور سہیلیوں شمیمہ، صنوبر اور تیز نِگاہ کو طلب کر کے تیار ہو جانے کا حکم دیا۔ صرصر کی طرح وہ چاروں بھی غضب کی عیّارہ تھیں۔ عیّاری کے فن میں کسی غیر کو اپنا ہم پلّہ نہ سمجھتی تھیں۔ پانچوں نے جلدی جلدی عیّارنوں کا خاص لباس زیبِ تن کیا، کمند سر پر باندھی، عیّاری کے سامان کی جھولی کندھے پر لٹکائی۔ گر پین ہاتھ

میں لی، خنجر کمر بند سے اٹکایا، ڈھال پیٹھ پر باندھی اور پھر ہرنوں کی طرح چھلانگیں لگاتی گُنبدِ نُور کی سمت روانہ ہو گئیں۔ سارا راستہ اُنھوں نے ایک جیسی رفتار سے دوڑتے ہوئے طے کیا اور گُنبدِ نُور پُہنچ ہی کر دم لیا۔ شہنشاہ افراسیاب اور ملکہ حیرت جادُو کو سلام و نذرانہ پیش کیا۔

افراسیاب نے صرصر سے کہا۔ "تم جانتی ہو کہ تمھیں کیوں طلب کیا گیا ہے؟"

"جی نہیں بندہ پرور۔" صرصر نے جواب دیا۔ "اور ہمیں پوچھنے کی ضرورت بھی نہیں۔ غُلاموں کا کام آقا کے حکم کی تعمیل کرنا ہوتا ہے اس کا سبب جاننا نہیں۔"

ملکہ حیرت کو صرصر کا یہ جواب بہت پسند آیا۔ افراسیاب کے دل میں بھی اس کی قدر پیدا ہو گئی۔ اس نے کہا۔ "میں تُم پر پورا پورا بھروسا کرتا ہُوں۔ اب سُنو! میں نے تُمھیں ایک اہم کام کے لیے بُلایا ہے۔ تُم نے سُنا ہو گا کہ مہ رُخ اور بہار جادُو وغیرہ نے مابدولت سے بغاوت کی ہے۔ مُجھے ان کی مُطلق پروا نہیں۔ البتہ اُن کے ساتھ امیر حمزہ کے پانچ عیّار ہیں۔ بلا کے فتنہ اور مکّار

ہیں۔ باغیوں کے لیے حفاظت کی دیوار ہیں۔ نت نئے ہتھکنڈوں سے میرے جادُوگروں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ میرا کوئی سردار باغیوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ اُنہیں چھُڑوا لیتے ہیں۔ میں چاہتا ہُوں کہ کسی طرح اِن عیّاروں کا قصّہ پاک کیا جائے۔ اُنہیں قتل یا گرفتار کیا جائے۔ بتاؤ! کیا تم یہ کام کر سکتی ہو؟ عُمرو اور اُس کے شاگردوں سے بخیر و خوبی نپٹ سکتی ہو؟"

صرصر نے ادب سے سر جھکایا اور ہاتھ جوڑ کہنے لگی۔ "سرکار کنیز اِس بات کو اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہے کہ حضور نے اس پر اِس درجہ اِعتماد کیا۔ خِدمت گزاری کا موقع دے کر دِل شاد کیا۔ حُضور اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم جادُو منتر سے بالکل بیگانہ ہیں۔ البتّہ عیّاری میں یگانہ ہیں۔ ہمیں عُمرو اور اس کے شاگردوں سے بالکل خوف نہیں۔ حضور دیکھیں گے کہ کنیز اور اس کی سہیلیاں اِمتحان میں پُوری اُتریں گی۔ جلد سے جلد ان عیّاروں کو گرفتار کر کے خدمتِ عالی میں پیش کریں گی۔ صرف اِجازت درکار ہے۔ میری ٹولی اِسی وقت مُہم پر جانے کے لیے تیار ہے۔ حضُور خاطر جمع رکیں۔ وہ آگ ہیں تو ہم

شرّارہ ہیں، وہ مکّار ہیں تو ہم عیّارہ ہیں۔ وہ سانپ ہیں تو ہم ناگن ہیں۔ اگر وہ بادل بن کر گریں گے تو ہم بجلی بن کر کڑکیں گے۔ وہ طوفان کا روپ دھاریں گے تو ہم آندھیاں بن کر ماریں گے۔ اُن کا کوئی حربہ ہم پر نہ چل سکے گا۔ ہمارے ہُنر کا توڑ اُن سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔"

افراسیاب اور ملکہ حیرت کو صرصر کی اِن باتوں سے اِطمینان ہو گیا۔ شاباش و آفرین کہتے ہوئے انھوں نے صرصر اور اُس کی سہیلیوں کو رُخصت کیا۔

پانچوں عیّارنیں گُنبدِ نُور سے نِکل کر لشکر مہ رُخ کی سمت روانہ ہو گئیں۔ ہفتوں کا سفر دِنوں میں اور دِنوں کا سفر گھنٹوں میں طے کیا۔ اُترائیوں، چڑھائیوں اور آبادیوں، ویرانوں کو ایک جیسی رفتار سے پار کیا۔ آخر وہ طلِسم ظاہر کے پہاڑوں کے قریب جا پہنچیں اور ایک پہاڑی کے اونچے درخت پر چڑھ کر اِرد گرد کا جائزہ لینے لگیں۔ پہلی ہی نظر میں اُنھیں دو زبردست لشکر ایک دُوسرے کے سامنے ڈیرے ڈالے دِکھائی دیے۔ دُوربینیں نکال کر وہ اِن لشکروں کے نِشانات اور جھنڈوں کو غور سے دیکھنے لگیں۔ انھیں پتا چل گیا کہ ایک لشکر روناس جادُو کا ہے جسے افراسیاب نے چادرِ جمشید دے کر روانہ

کیا تھا اور دوسرا لشکر ملکہ مہ رُخ کا ہے۔ روناس جادُو کے لشکر میں اب بھی جگہ جگہ خیمے اور شامیانے لگائے جا رہے تھے۔ لدے جانوروں کی پیٹھوں سے سامان اُتارا جا رہا تھا۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ اس کا لشکر کچھ ہی دیر پہلے یہاں پُہنچا ہے۔ مہ رُخ کی چھاؤنی میں زبردست چہل پہل تھی۔ چاق و چوبند سپاہیوں اور جادُوگروں کے جتھے مورچہ بندی کرنے میں مصروف دکھائی دیتے تھے۔

پانچوں عیّاروں نے اپنے طور پر مہ رُخ کے لشکر کو زیر وزبر کرنے کا اِرادہ کیا۔ اُنہوں نے ایک خطرناک منصوبہ بنایا اور لشکر کے بغلی جنگل کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اُدھر لشکرِ مہ رُخ میں جیسے روناس جادُو کی آمد کا غُلغُلہ بُلند ہُوا، عُمرو اور اس کے چاروں عیّار شاگرد لشکر گاہ سے نکل کر بغلی جنگل کو چل دیے۔ ان کا اِرادہ روناس کے خیمہ میں بھیس بدل کر جانے اور اُس کا کام تمام کرنے کا تھا۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ ایک سمت پانچوں عیّارنیں اُچھلتی کُودتی چلی آرہی تھیں اور دوسری سمت سے پانچوں عیّار چھلانگیں لگاتے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ لیکن دونوں میں سے

کسی کو بھی اِس بات کا اندیشہ نہ تھا کہ جنگل کے اس حصّے میں اُن کا ٹکراؤ ہو جائے گا۔ ہر ایک کا منصوبہ دھرا رہ جائے گا۔

آخر یہی ہوا۔ دونوں ٹولیاں اپنی دُھن میں مَست بڑھتی چلی آتی تھیں کہ ایک مقام پر اِکبارگی ان کا آمنا سامنا ہو گیا۔ دونوں ٹولیاں ایک دوسرے کے سامنے صف باندھ کر کھڑی ہو گی۔ ایک دوسرے کو غور سے دیکھنے لگیں۔ دُوبدُو مُقابلہ اٹل تھا۔ چھُپنے بھاگنے کا کسی کے لیے کوئی موقع نہ رہا تھا۔

کچھ دیر عیّارنوں پر نگاہ دوڑانے کے بعد صرصر للکاری:

"اے بد نصیبو! ہمیں نہیں جانتے تو جان لو۔ میرا نام صرصر ہے۔ یہ میری نائب صبار فتار ہے۔ وہ شمیمہ ہے۔ اس کے بعد والی کا نام صنوبر ہے۔ اس کے برابر تیز نگاہ ہے۔ ہم سب شہنشاہ افراسیاب کی نمک خوار عیّارہ ہیں۔ چند لمحوں کے اندر تُم سب ہمارے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچو گئے۔ اس لیے بتاؤ کہ تم کون ہو تاکہ بے نام ونشان ہمارے شکار نہ بنو۔"

عُمرو نے یہ سُن کر قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔ "افراسیاب بھی بڑا گاؤدی ہے جو تُم جیسی چھوکریوں کو ہمارے مقابلے پر بھیجا ہے۔ شاید تمہارے دُودھ کے

دانت بھی نہیں ٹوٹے۔ خیر اچھّا ہوا تُم آ گئیں۔ سنبھل جاؤ۔ تُمھیں پکڑ کر ہم
ابھی اپنے لشکر میں لے جائیں گے۔ بچّوں کے پوتڑے دُھلوانے کے کام پر
لگائیں گے۔ آگاہ ہو جاؤ۔ میرا نام عُمرو ہے۔ یہ مہتر قِران ہے۔ وہ برق فرنگی
ہے۔ اُس کے برابر ضرغام شیر دِل ہے۔ اِس کے بعد والے کا نام جانسوز بن
قِران ہے۔ ساری دنیا میں ہماری دھوم ہے۔ دنیا بھر کے عیّار ہمارے آگے
کان پکڑتے ہیں۔ زمانے بھر کے پہلوان اور جادُوگر ہمارے نام سے کتراتے
ہیں۔ ہماری کنیزیں بننے پر تُمھیں ہرگز افسوس نہ ہو گا۔ تم بھی اب کوئی دم
میں اپنے غُرور پر نادم ہو گی۔ دل و جان سے ہماری خادم ہو گی۔ ہاں! اب جس
ہُنر پر ناز ہو کام میں لاؤ۔ اپنا کمال دکھاؤ۔ بعد میں نہ کہنا کہ مُقابلے کی حسرت
نہ نکل سکی۔"

یہ کہہ کر عُمرو نے اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھنے کے لیے للکارا۔ سب نے
کمندیں ہاتھوں میں سنبھال ہیں۔ عُمرو نے صرصر کی طرف قدم اُٹھایا۔ قِران
صبا رفتار کی طرف چلا۔ برق شمیمہ کی طرف لپکا۔ جانسوز نے صنوبر کو تاڑا۔
ضرغام تیز نگاہ کی سمت بڑھا۔ پانچوں عیّارنیں اِطمینان سے اپنی جگہ جمی

کھڑی رہیں۔ قریب پہنچ کر عیّاروں نے جونہی اُن پر کمندیں پھینکیں، پھندوں کے بیچ سے سمٹ کر سب نے ہوا میں جست لگائی اور اِس طرح عیّارنوں سے بچ کر نکل گئیں جیسے صابن سے تار۔ ساتھ ہی نیچے آتے آتے پانچوں نے خنجر کھینچ کر اِس طرح عیّاروں کے سر پر وار کیے کہ کمندیں چھوڑ کر سب گزوں پیچھے اُچھل کر جا گرے۔

بس اِس کے بعد اُن کے درمیان خوفناک مُقابلہ شروع ہو گیا۔ عُمرو اور اُس کے شاگردوں کو جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ عیّارنوں کو اُنھوں نے کمزور سمجھ کر بڑی غلطی کی تھی ہے۔ ہر لحاظ سے وہ اُن کی ٹکّر کی ثابت ہو رہی تھیں۔ اُنہیں قابو میں کرنے کے لیے وُہ ہر قسم کے حربے اِستعمال کرنے لگے۔

عیّارنوں کو بھی پتا چل گیا کہ ان کے دُشمن کوئی ایرے غیرے نہیں۔ ان سے بازی لے جانا کھیل نہیں۔ شام تک اُنھوں نے خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر کوئی نتیجہ نِکلتا نہ دیکھا تو لڑائی ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا۔ صرصر نے سیٹی بجائی اور جُل دے کر عُمرو کے سامنے سے ایک طرف کو جا کر غائب ہو گئی۔ دُوسری عیّاروں نے بھی یہی کیا۔ سب اپنے اپنے حریفوں کو غچّہ دے کر

صاف نِکل گئیں۔ پانچوں عیّار اُن کے پلٹنے کا انتظار کرنے لگے۔

کچھ دیر بعد عُمرو اُن کی چال سمجھ گیا۔ اپنے ساتھیوں کو اُس نے مقابلہ ختم ہونے کا اِشارہ کیا۔ اور ان کو ساتھ لے کر پہاڑ کے ایک محفوظ درّے میں جا چھُپا۔ عیّارنیں بھی کچھ دیر بعد اکٹھی ہوئیں اور جا کر محفوظ غار میں پناہ گزیں ہو گئیں۔ عُمرو اور اُس کے شاگردوں کی طرح اُنھوں نے بھی اپنا پہلا منصوبہ ترک کر کے آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ نیا منصُوبہ سوچنے کے لیے اگلے دن کو مقرّر کیا۔

دوسرے دن صبح سویرے ہی سے روناس اور مہ رُخ کے لشکر میں جنگ کے نقّارے گونجنے لگے۔ دونوں لشکر نعرے لگاتے اپنی چھاؤنیوں سے نِکلے اور میدانِ جنگ میں آکر ایک دوسرے کے سامنے صفیں آراستہ کرنے لگے۔ اِن حالات میں عیّاروں اور عیّارنوں کا لڑنا بے کار تھا۔ وہ سب اپنی اپنی پناہ گاہوں سے نِکلے اور درختوں میں چھُپ کر جنگ کا حال دیکھنے لگے۔

دونوں لشکر آمنے سامنے صف بستہ ہو گئے تو روناس جادُو نے پہل کی۔ اپنی فوج سے نکل کر میدان میں آیا اور لشکر مہ رُخ کو للکار کر کہنے لگا۔ "او نمک

حرامو! باغیو! میرا نام روناس جادُو ہے۔ میں تمہاری قضا بن کر یہاں پہنچا ہُوں۔ تم میں سے کوئی بھی میرے ہاتھوں قتل یا گرفتار ہونے سے نہ بچ سکے گا۔ ایک دو کے میرے مقابلے پر آنے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم میں غیرت ہے، اپنی جادُوگری پر ناز ہے تو سب مل کر مُجھ پر اپنے سحر کے وار کرو۔ اِس لیے کہ میں نہیں چاہتا کہ تُم یہ کہو کہ دِل کی حسرت نہ نکال سکے۔ جلدی کرو۔ ورنہ میں ایک ساتھ تم سب پر حملہ کر دُوں گا۔"

مہ رُخ کے جادُوگروں کو اس کی یہ ڈینگ سُن کر بڑا تاؤ آیا۔ سب نے اُس پر آگ پتھر، تیر اور اژدھے برسانا شروع کر دیے۔ روناس نے فوراً منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ اس کی طرف ہونے والی جادُوئی برسات پلٹ کر مہ رُخ کے جادُوگروں پر برسنے لگی۔ مہ رُخ کے جادُوگر اِس مصیبت سے خود کو بچانے کے لیے زور زور سے منتر پڑھنے لگے۔

اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے روناس نے ایک اور سحر پڑھ کر تالی بجائی۔ دم کے دم میں ہزارہا پرند آسمان سے پیدا ہوئے اور نیچے آکر مہ رُخ کے لشکریوں کے سروں پر بیٹھنے لگے۔ مہ رُخ کے جادُوگروں نے بڑی کوشش کی

مگر اُن پرندوں کو نہ روک سکے۔ وہ پرند جس کے بھی سر پر آ بیٹھتے، دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت بن جاتا۔ مہ رُخ کی فوج کے ہزاروں سپاہی اور جادُوگر تھوڑی ہی دیر میں درختوں کا ایک گھنا جنگل بن کر رہ گئے۔ طِلسمی پرندے اُن درختوں کی پھُنگیوں پر بیٹھ کر خوشی کے گیت الاپنے لگے۔

بہار جادُو سے یہ نہ دیکھا گیا۔ اس نے اپنی کمر میں دوپٹہ باندھا اور مور سے چھلانگ لگا کر نیچے آئی۔ بالوں کا جُوڑا کھول کر ہاتھی دانت کی ایک ڈبیا نکالی۔ ڈبیا کے اندر ایک خُوبصورت ننھی سی گڑیا تھی۔ گُڑیا کو ہاتھ میں لیے ہوئے وہ دوڑتی ہوئی ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئی اور روناس کی طرف مُنہ کر کے کھڑی ہوئی۔ پھر چھُنگلی میں نشتر لگا کہ گڑیا پر خون ٹپکایا اور کہنے لگی:

"اے پیاری گڑیا! کیا تو روناس کے اِن طِلسمی پرندوں کے عذاب سے ہمیں نہیں بچا سکتی؟"

بہار جادُو کی بات سُن کر گڑیا کھِلکھِلا کر ہنسی۔

اُچھل کر اُس کے ہاتھ سے نکلی اور اُوپر جا کر غائب ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے آسمان پر ایک لمبا چوڑا باریک جال چھا گیا۔ روناس جادُو کے سارے طِلسمی

پرندے اُس میں پھنس کر پھڑ پھڑانے لگے۔ بہار جادُو کی گڑیا پھدک پھدک کر اِن پرندوں کو ذبح کرنے لگی۔ مہ رُخ کے لشکر کے جو لوگ درخت بن گئے تھے۔ جب ان پر طلِسمی پرندوں کا خون گرتا تو وہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتے۔ تھوڑی ہی دیر میں سارے طلِسمی پرندے ہلاک ہوگئے۔ مہ رُخ کے سارے لشکری اپنی اصلی حالت پر آ گئے۔ روناس جادُو یہ حال دیکھ کر دِل میں کڑھتا تھا اور اپنے جادُو کا توڑ کرنے والے کی تلاش میں غصّے سے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑاتا تھا۔ اچانک اُس نے بہار جادُو کو دیکھ لیا۔

بہار جادُو کے سحر کی تعریفیں تو وہ پہلے ہی سُن چُکا تھا۔ اب جو اُسے اپنے مقابلے پر دیکھا، اس کے توڑ کو کامیاب پایا تو دِل میں ڈرا کہ کہیں وہ اُس پر غالب نہ آ جائے۔ یہ خیال کر کے اُس نے مُقابلے کو غیر مُناسب جانا۔ اِکبارگی جست لگا کر ہوا میں اُڑا اور چادرِ جمشید کو لشکر مہ رُخ کے اُوپر زور سے جھاڑا۔ چادرِ جمشید کی گرد کے باریک ذرّے آناً فاناً پھیل کر مہ رُخ کے لشکر پر جا گرے۔ مہ رُخ، مہ جبین، دل آرام، ملکہ فرمانیہ، اسد اور بہار جادُو سمیت آدھے سے زیادہ لشکر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ روناس نے یہ دیکھ کر اپنے لشکر

کو آگے بڑھنے کا اِشارہ کیا۔ مہ رُخ کے لشکر کے جو لوگ بے ہوش ہونے سے بچ رہے تھے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ روناس کے لشکر نے اُن میں سے بُہتوں کو قتل اور باقی کو گرفتار کیا۔ جو لوگ بے ہوش ہو چکے تھے، ان سب کو طِلسمی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ دیا۔

جب کوئی مقابلہ کرنے والا باقی نہ رہا تو روناس نے پھر اُڑ کر چادرِ جمشید ہلائی اور پُکارا۔ "اے باغیو! ہوش میں آ جاؤ اور اپنے حال کو دیکھ کر افسوس کرو۔" دم کے دم ہیں سارے بے ہوش قیدی ہوش میں آ گئے اور اپنے آپ کو روناس کے رحم و کرم پر دیکھ کر بے چین و پریشان ہونے لگے۔

روناس نے لشکر والوں کو حکم دیا۔ "باغیوں کا سارا مال و اسباب لوٹ لو اور آج کی رات آرام کرو۔ کل صُبح قیدیوں کو لے کر شہر ناپُرساں شہنشاہ کی خِدمت میں روانہ ہو جائیں گے۔"

حکم کے مطابق اُس کے آدمی اندھیرا ہونے تک مہ رُخ کی چھاؤنی کو لوٹتے رہے۔ لوٹ کا مال اپنے ڈیروں میں لا لا کر رکھتے رہے۔ رات ہونے پر روناس کو اُس کے افسروں نے آ کر رپورٹ دی کہ قیدیوں میں اور سب ہیں مگر امیر

حمزہ کے پانچوں عیّار نہیں ہیں۔ روناس نے انہیں ہدایت کی:

"پہرا چوکی کا انتظام سخت کر دو۔ عیّاروں سے چوکس اور ہوشیار رہو۔ جگہ جگہ طِلسمی جال بچھا دو کہ اگر وہ کسی طرح لشکر گاہ میں آ جائیں تو بچ کر نہ جا سکیں۔"

افسروں نے سر جھکایا اور رُخصت ہو کر اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔

عُمرو اور اُس کے شاگرد جنگ کا یہ افسوس ناک انجام دیکھ کر تلملا اُٹھے۔ سب نے اپنے اپنے طور پر روناس کو قتل کرنے اور اپنے لشکر کو اس کے سحر سے آزاد کرانے کا فیصلہ کیا۔ برق، ضرغام اور جانسوز بھیس بدل کر روناس کے لشکر میں آئے لیکن طِلسمی پھندوں میں گرفتار ہوئے۔ افسروں نے اُنہیں لے جا کر روناس کے سامنے پیش کیا۔ روناس نے سحر پڑھ کر اُنہیں بے حس و حرکت کیا اور افسروں سے کہا۔ "ابھی دو خطرناک عیّار اور باقی ہیں۔ ہوشیار رہو۔ اور جب بھی گرفتار ہُوں، لا کر پیش کرو۔"

افسر چلے گئے تو روناس نے اپنی بارگاہ کے اِرد گرد جادُو کا ایسا گھیرا کھینچ دیا کہ جو بھی اندر آئے، آتے ہی بے ہوش ہو جائے۔ یہ انتظام کر کے وہ اِطمینان کے ساتھ کھانے پینے لگا۔ لیکن ایک غلطی اُس سے ہو گئی۔ بارگاہ کے

دروازوں پر پہرا دینے والے محافظوں کو اکٹھا کر کے اُس نے کہا تھا ”تم لوگ دروازوں سے دور جا کر بے فکری سے گپیں ہانکو۔ کھاؤ پیو۔ اگر کوئی آدمی چھُپتا چھُپاتا اندر آنے کی کوشش کرے تو بالکل نہ ٹوکنا۔ خیمے کے اندر پہنچتے ہی وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ اگر کوئی خیر خواہ ہوا تو چھوڑ دوں گا۔ عیّار ہوا تو آسانی سے گرفتار کر لُوں گا۔“

اِتّفاق سے عُمرو قریب ہی کرامتی چادر اوڑھے کھڑا تھا۔ وہ اپنے تینوں شاگردوں کی عیّاری دیکھنے کے لیے اُن کے پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔ جب روناس نے اُنھیں بے حس کر دیا اور انھیں گرفتار کر کے لانے والے افسر چلے گئے تو اُس نے فیصلہ کیا کہ اِسی طرح چادر اوڑھے، سب کی نگاہوں سے چھپ کر اندر جاؤں گا اور شاگردوں کو چھُڑا کر روناس کا کام تمام کر دوں گا۔ اِسی ارادے سے وہ خیمے کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن روناس نے باہر آ کر پہرے داروں کو جو ہدایت دی تھی، اُس کا ایک ایک لفظ عُمرو نے صاف سُن لیا تھا۔ یوں عین موقع پر وہ خطرہ سے آگاہ ہو گیا تھا۔

اِسی موقع پر اُس کے ذہن میں ایک نیا منصوبہ آیا۔ دروازے سے پلٹ کر وہ

لشکر گاہ کے باہر جلا ایک جگہ اوٹ میں پہنچ کر اُس نے کرامتی چادر اُتار کر زنبیل میں رکھی۔ صرصر عیّارہ کی شاگرد صبار فتار کا بھیس بنایا اور بڑی بے باکی کے ساتھ چلتا ہوا روناس گی بار گاہ کے قریب جا پُہنچا۔ اس سے پہلے اُس نے ایک کاغذ میں عطرِ بے ہوشی لگا کر لفافے میں بند کر دیا تھا۔

راستے میں جو بھی اُسے ٹوکتا وہ کہتا کہ "میں ملکہ حیرت کے پاس سے آئی ہُوں۔ ایک خفیہ خط روناس کے لیے لائی ہُوں۔"

روناس کی بار گاہ کے دربانوں سے بھی اس نے یہی کہا۔ ساتھ ہی انہیں بڑے رعب سے یہ بھی ہدایت دی کہ جا کر روناس کو اِطّلاع دیں۔ ایک دربان نے دروازے کے قریب جا کہ روناس کو یہ بات بتائی۔ اس نے اندر ہی سے جواب دیا۔ "بھیج دو!" عُمرو نے یہ سُنا تو دروازے کے قریب جا پہنچا اور غصّے سے چِلاّتے ہوئے کہنے لگا۔ "اے روناش جادُو! ایک معمولی فتح حاصل کر کے تیرا دماغ اتنا خراب ہو گیا ہے کہ لحاظ بھی کھو بیٹھا ہے؟ میں ملکہ مُعظّمہ کا خط لے کر آئی ہُوں اور تو اتنا مغرور ہو گیا ہے کہ تعظیم کی شرط بھی پوری نہیں کرتا۔ دروازے تک چل کر آنا بھی گوارا نہیں کرتا۔"

روناس اس کی یہ ڈانٹ اُن کر گھبرا گیا۔ دِل میں ڈرا کہ کہیں جا کر ملکہ سے شکایت نہ کر دے۔ فوراً دروازے پر آیا۔ عُمرو نے بڑے غصّے سے اُسے لفافہ تھمایا اور بولا۔ ”بس! میں یہیں سے واپس جاتی ہُوں۔ تُو بڑا گھمنڈی ہے، خط پڑھ کر جس سے چاہنا اپنا جواب بھجوا دینا۔“

روناش نے خوشامد کرتے ہوئے کہا۔ ”میں اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہُوں۔ مجھ پر رحم کرو۔ دو گھڑی آ کر خیمے میں بیٹھو۔ کچھ کھاؤ پیو۔ میں خط پڑھ کر ابھی جواب لکھ دوں گا۔“

”دیکھ روناس!“ عُمرو نے کہا۔ ”مجھے بے وقوف مت سمجھ۔ صرصر عیّارہ کی شاگرد ہوں۔ کیا میں نہیں سمجھ سکتی کہ دربانوں کو تو نے کیوں دروازوں سے دور بِٹھا رکھا ہے، کیوں مجھے خیمہ کے اندر چلنے کو کہہ رہا ہے؟ اِسی لیے نا کہ میں اندر جا کر بے ہوش ہو جاؤں اور تو میرے زیور اُتار لے۔ بول کیا غلط کہہ رہی ہُوں؟“

یہ سُن کر روناش نے منتر پڑھ کر بارگاہ کے اندر کھینچا ہُوا جادُو کا گھیرا ختم کیا۔ نقلی صبار فتار کو اندر لے گیا اور صوفے پر بیٹھ کر لفافہ چاک کیا۔ نقلی صبار فتار

نے مُنہ پھیر کر اپنی ناک بند کر لی۔ روناس کاغذ کی تہہ کھولنے لگا۔ اچانک کاغذ کی تہ سے عطرِ بے ہوشی کی بھبک اُٹھی اور روناس کی ناک میں داخل ہو گئی۔ اُسے زور کی چھینک آئی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

برق، ضرغام اور جانسوز یہ رنگ دیکھ کر حیرت سے صبار فتار کو گھورنے لگے۔ وہ بے چارے ایک کونے میں پڑے تھے۔ ہلنے جُلنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ مگر دیکھ اور سُن سب کُچھ سکتے تھے۔ نقلی صبار فتار نے جلدی جلدی اپنے چہرے کا رنگ روغن مٹایا اور تینوں عیّاروں کی سمت دیکھتے ہوئے زور کا نعرہ لگایا:

تینوں بے بس عیّاروں کے چہرے چمک اُٹھے۔ اب انہیں کوئی شبہ نہ رہا کہ نقلی صبار فتار کے روپ میں یہ اُستاد ہی ہیں۔ روناس بے ہوش ہی تھا کہ عُمرو نے زنبیل سے خنجر نِکالا اور پے در پے وار کر کے اُس کا کام تمام کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گھُپ اندھیرا چھا گیا۔ زور دار آندھی چلنے لگی۔ رونے پیٹنے کا شور برپا ہو گیا اور کچھ دیر میں آواز آئی۔ "افسوس، مجھے دھوکے سے ہلاک کیا۔ میرا نام روناس جادُو تھا۔"

روناس کے مرتے ہی تینوں عیّاروں پر چھائی ہوئی طِلسمی بے حسی جاتی رہی۔ لشکرِ مہ رُخ طِلسمی بیڑیوں سے آزاد ہو گیا۔ روناس کی فوج میں کُہرام مچ گیا۔ پہرے دار اور دربان روناس کی بار گاہ کی طرف بھاگے۔ ہر عیّار جان بچانے کے لیے جدھر مُنہ اُٹھا اُدھر نِکل گیا۔ برق نے دوسروں سے زیادہ سمجھ دکھائی آزاد ہوتے ہی وہ روناس کی لاش پر جھپٹا۔ جان بچانے سے زیادہ اسے چادرِ جمشید کی فکر تھی۔ اندھیرا اور ہڑ بونگ کے باوجود اُس نے پورے ہوش و حواس کے ساتھ روناس کی تلاشی لی۔ آخر وہ اُس کی جھولی سے چادرِ جمشید پانے میں کامیاب ہو گیا۔ اب اُس کا دل شیر ہو چکا تھا۔ چادر اُوڑھ کر دُشمن جادُوگروں کے بیچ سے گُزرتا ہوا شہر ناپُرساں کی طرف چل دیا۔ چادر کی وجہ سے کوئی جادُوگر اُس پر قابو نہ پا سکتا تھا۔ نہ اُن کا کوئی حربہ اُس پر اثر کر سکتا تھا۔ اپنے لشکر کی طرف وہ اِس ڈر سے نہ گیا کہ اُستاد اُس سے چادرِ جمشید چھین لیں گے۔ وہ اُس کی مدد سے کچھ کارنامے انجام دینے کی ٹھان چُکا تھا۔

مہ رُخ اور اُس کی فوج نے آزاد ہوتے ہی روناس کی چھاؤنی میں قیامت برپا کر دی تھی۔ بے سردار کی فوج بھلا اُس اچانک مصیبت سے کیسے نپٹ سکتی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں اُن کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ دہشت اور گھبراہٹ میں اِدھر اُدھر بھاگتے مگر کہیں امان نہ پاتے۔ صُبح ہوتے ہوتے میدان صاف تھا۔ اُن کی بڑی تعداد قتل ہو چُکی تھی۔ چند ایک کے علاوہ کوئی بھی بچ کر نہ جا سکا۔ جو قتل نہ ہوا یا تو گرفتار ہو چکا تھا یا زخمی حالت میں تڑپ رہا تھا۔

آخر کار مہ رُخ کی فوج نے دشمن کا سارا مال و اسباب اپنے قبضے میں کیا اور فتح کے ڈنکے بجاتے اپنے ٹھکانے کی طرف چل دی۔ اِسی موقع پر جا کر عُمرو کو چادرِ جمشید کا خیال آیا۔ شاگردوں میں سے ایک ایک سے سختی سے پوچھ کچھ کی۔ سب نے قسمیں کھا کر اُسے یقین دِلایا کہ وہ نہیں لائے۔ برق غیر حاضر تھا۔ سب نے یہی خیال ظاہر کیا کہ وہی لے اُڑا ہو گا۔ عُمرو نے بھی اِس خیال کو درست سمجھا۔ غصّے سے سُرخ ہو کر اُس نے ہنٹر نِکالا اور برق کی تلاش میں نکل کھڑا ہُوا۔

اُدھر جنگل میں پانچویں عیّارنیں کِسی اور ہی فکر میں تھیں۔ جب روناس نے مہ رُخ کے سارے لشکر کو قید کیا تھا تو اُن کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا تھا۔ لیکن پھر رات کی تاریکی میں جیسے ہی روناس کی موت کا غُل مچا، اُس کی چھاؤنی میں

کہرام بپا ہوا، غم اور غصّے سے اُن کی حالت غیر ہو گئی۔ اُنہیں یقین تھا کہ عُمرو اور اُس کے شاگردوں کے علاوہ یہ اور کسی کا کارنامہ نہیں ہو سکتا۔ فوراً ہی ہر ایک نے ایک ایک عیّار کو ٹھکانے لگانے کی قسم کھائی اور ایک دُوسرے سے جُدا ہو گئیں۔ صبار فتار برق کے پیچھے ہو لی۔ صرصر نے بھیس بدل کر عُمرو کی تلاش شروع کر دی۔ برق بھاگم بھاگ شہر ناپُرساں کی طرف چلا جاتا تھا کہ ایک مقام پر اُسے شُبہ گُزرا کہ کوئی اُس کا پیچھا کر رہا ہے۔ وہ ڈرا کہ کہیں اُستاد چادرِ جمشید چھیننے نہ آرہے ہُوں۔ گھنی جھاڑیوں کا ایک موڑ قریب آرہا تھا۔ بغیر پیچھے دیکھے وہ آگے بڑھتا رہا۔ مگر پھر انتہائی چالاکی کے ساتھ موڑ مُڑتے ہوئے وہ جھاڑیوں میں دُبک گیا۔ اُس کی نگاہیں راستے پر جم گئیں۔ اُس کا خیال صحیح ثابت ہوا۔ کوئی اُس کا پیچھا کر رہا تھا۔ مگر پیچھا کرنے والا جب اُس کے قریب پہنچا تو خوف کھانے کے بجائے وہ مُسکرانے لگا۔ آنے والا عُمرو نہیں، صرصر کی نائب صبار فتار تھی۔ برق کو لشکر سے نکلتے ہوئے اُس نے تاڑ لیا تھا، جب سے اُس کا پیچھا کرتی چلی آرہی تھی۔ اُسے پہچانتے ہی برق نے جلدی جلدی صرصر کا بھیس بھرا۔ چکّر کاٹ کر صبار فتار کے قریب پہنچا اور ایک

جھاڑی کی اوٹ سے کمند اس کی طرف پھینکتے ہوئے صرصر کی آواز میں چلّایا

"اے برق ہوشیار! میں آپہُنچی۔"

کمند کے پھندے سے بچنے کے لیے صبار فتار ایک طرف کو اُچھل گئی اور آواز کی سمت حیرت اور غور سے دیکھنے لگی۔ نقلی صرصر نے اُسی وقت جھاڑی کی اوٹ سے نکل کر بناوٹی حیرت اور خوشی کے ساتھ صبار فتار کو گھورتے ہوئے کہا۔ "ارے تُم؟ اور وہ مُوا برق کدھر گیا؟"

"ارے اُستانی! آپ یہاں!" صبار فتار بولی۔ "برق مُجھ سے آگے تھا۔ کیا اِدھر سے نہیں گُزرا؟"

"میں نے تو اسی کو دیکھ کر کمند پھینکی تھی۔" نقلی صرصر نے کہا۔ "ضرور وہ یہیں کسی جھاڑی میں چھُپ گیا ہے۔ زیادہ دُور نہ گیا ہو گا۔ میں دائیں طرف نگاہ دوڑائی ہوں، تُم بائیں طرف غور سے جھاڑیاں کو دیکھو۔ بچ کر جانے نہ پائے۔"

صبار فتار اپنی اُستانی کی ہدایت پر جھاڑیوں کی پھُنگیوں کو دیکھنے لگی تا کہ ان کی حرکت سے اندازہ کر سکے کہ کوئی اندر چھپا ہے یا نہیں۔ نقلی صرصر اِسی موقع

کی مُنتظر تھی۔ اُس نے جھولی سے حباب بے ہوشی نِکالا اور صبار فتار کے مُنہ پر کھینچ مارا، بے ہوشی کی دوا صبار فتار کی ناک میں جا گھُسی۔ اُس نے ایک چھینک لی اور بے سُدھ ہو کر گِر پڑی۔

نقلی افراسیاب

صبار فتار کو بے ہوش کرنے کے بعد نقلی صرصر یعنی برق فرنگی سوچ میں پڑ گیا۔ کبھی خیال کرتا اُسے باندھ کر اُستاد کے پاس لے جاؤں، کبھی سوچتا یہیں چھوڑ کر چل دوں۔ اچانک اسے ایک اعلیٰ درجے کی شرارت سُوجھ گئی۔ اپنی جھولی سے بھیس بدلنے کا سامان نکالا اور صبار فتار کا حلیہ تبدیل کرنے لگا۔ اِس کام سے فارغ ہو کر جب اُس نے چاروں طرف سے گھوم پھر کر صبار فتار کا جائزہ لیا تو فخر سے اُس کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ صبار فتار ہو بہو عُمرو دکھائی دے رہی تھی۔ برق نے اُسے ایک بوری میں بند کیا اور پیٹھ پر لاد کر شہر ناپُرساں کی سمت روانہ ہو گیا۔

اب اصلی صرصر کا حال سُنیے۔ بھیس بدل کر وہ مہ رُخ کے لشکر میں عیّاروں

کے قریب جا پُہنچی تھی۔ اُس نے وہ ساری گفتگو اپنے کانوں سے سُن لی تھی جو چادرِ جمشید کے بارے میں عیّاروں کے درمیان ہوئی۔ آخر میں جب عُمرو ہنٹر پھٹکارتا ہُوا برق کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا تو صرصر بھی اُس کے پیچھے چل دی۔ لشکر سے نِکل کر عُمرو جنگل میں آیا اور کہیں سیٹی بجا کر کہیں نام لے کر برق کو پُکارنے لگا۔ اِسی موقع پر ایک جھاڑی میں چھپ کر صرصر نے برق کا بھیس بنایا۔ چکر کاٹ کر عُمرو کے آگے نکل گئی اور پھر پلٹ کر اُس طرح عُمرو کی طرف بھاگنے لگی جیسے وہ اُس کی سیٹیاں اور آوازیں سُن کر چلی آ رہی ہو۔
عُمرو نے جو نقلی برق کو بھاگ کر آتے دیکھا تو اکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ سمجھا کہ برق فرنگی اپنے کیے پر پشیمان ہوا ہے۔ مجھے اپنی تلاش میں دیکھ کر چوکڑی بھُول گیا ہے۔ نقلی برق نے قریب پہنچ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ ”اُستاد مجھ سے غلطی ہُوئی۔ خُدا کے لیے معاف کر دو۔“
عُمرو اور بھی اکڑ گیا اور ہلکے سے ایک ہنٹر اُس کی پیٹھ پر لگاتے ہُوئے بولا۔
”بس! آ گیا راہ پر۔ اچھا چل، پیر پکڑ، ناک رگڑ اور چادرِ جمشید نِکال!“
نقلی برق گھگیاتا ہوا فوراً اُس کے پیروں پر گر گیا۔ عُمرو صاحب فخر سے پھُول

گئے۔ لیکن ان کی یہ حالت زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ نقلی برق نے قدموں پر سر رگڑتے ہوئے ان کی پنڈلیوں کو پکڑا اور پھر ایک دم تڑپ کر ٹانگیں گھسیٹ لیں۔ عُمرو چاروں شانے چِت دھڑام سے زمین پر ِگر پڑا۔ برق کی اِس گُستاخی کا عُمرو تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ ہنٹر اب بھی اُس کے ہاتھ میں تھا۔ ''ابے تیری یہ جرأت؟'' وہ غصّے سے چلّایا اور ہنٹر سنبھالتے ہوئے اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اِسی لمحے نقلی برق نے پھُرتی سے ایک حبابِ بے ہوشی عُمرو کے مُنہ پر کھینچ مارا اور وہ بے ہوش ہو کر ِگر پڑا۔

نقلی برق یعنی صرصر نے عُمرو کو ایک بوری میں بند کیا، بہرُوپ مٹا کر اپنی اصلی حالت میں آئی اور عُمرو کو پیٹھ پر لاد کر چوکڑیاں بھرتی شہر ناپُرساں کی طرف چل دی۔ اب صُورت یہ تھی کہ آگے آگے نقلی صرصر یعنی برق فرنگی نقلی عُمرو یعنی صبار فتار کو لیے چلا جا رہا تھا اور پیچھے اصلی صرصر اصلی عُمرو کو گرفتار کیے لیے جا رہی تھی۔ دونوں میں سے کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔ دونوں شہنشاہ افراسیاب اور ملکہ حیرت کے سامنے اپنا کارنامہ پیش کرنے اور اُس کی داد حاصل کرنے کے لئے بے تاب تھے۔ اپنی اپنی کارگزاری پر

دونوں ہی خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ دونوں آگے پیچھے شہر ناپُرساں میں داخل ہوئے اور گُنبدِ نُور میں جا پُہنچے۔ وہاں افراسیاب اور ملکہ حیرت دربارِ خاص میں تھے کہ چوب دار نے آکر عرض کیا:

"شہنشاہ کا اقبال بلند ہو! صرصر عُمرو عیّار کو گرفتار کر لائی ہے۔ پیش کرنے کی اجازت چاہتی ہے۔"

یہ اِطّلاع پا کر افراسیاب اور حیرت دونوں خُوشی سے کِھل اُٹھے۔ افراسیاب نے چوب دار کو حکم دیا، "فوراً حاضر کرو۔" سارے درباری ہکّا بکّا ہو کر ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ عُمرو کی گرفتاری کی خبر اُن کے لیے کوئی معمولی بات نہ تھی۔ وہ جانتے تھے کہ ایک سے ایک زبردست جادُوگر یہ کارنامہ انجام دینے میں ناکام ہو چکا ہے۔ درجنوں نامی گرامی ساحر اس کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ نقلی صرصر پیٹھ پر ایک بوری لادے ہوئے دربار میں داخل ہوئی۔ سب بے صبری کے ساتھ اُسے اور اُس کی پیٹھ پر لدی ہُوئی بوری کو دیکھنے لگے۔ نقلی صرصر تخت کے قریب پہنچی، افراسیاب اور ملکہ

حیرت کو ادب سے سلام کیا اور بوری کو اُلٹ کر فخر کے ساتھ بولی۔ ”عالم پناہ! آپ کا مجرم عُمرو حاضر ہے۔“

سب لوگ اُچک اُچک کر اس شخص کو غور سے دیکھنے لگے جو بوری سے باہر نکلا تھا اور بے ہوش دکھائی دے رہا تھا۔ بلاشبہ وہ ہو بہو عُمرو لگتا تھا۔

”شاباش صرصر! تم نے بڑا کام کیا۔ مابدولت تم سے بہت خوش ہوئے، شہنشاہ افراسیاب نے نقلی صرصر کی تعریف کی اور محافظوں کو اِشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ”اس مردُود کو کھمبے سے باندھ دو۔“

نقلی عُمرو یعنی صبا رفتار کو کس کر کھمبے سے باندھ دیا گیا۔ نقلی صرصر یعنی برق فرنگی کا چہرہ فخر سے تمتمانے لگا۔ افراسیاب اور ملکہ حیرت نے اپنے اپنے ہار اُتار کر اُسے انعام میں دیے۔ لیکن ابھی وہ نقلی عُمرو کے بارے میں کوئی حکم دینے ہی والے تھے کہ چوب دار نے آکر عرض کیا:

”حضور پُر نور! ایک اور صرصر حاضر ہونے کی اِجازت چاہتی ہے۔ وہ بھی کسی عُمرو عیّار کو باندھ کر لائی ہے۔“

یہ سُن کر درباریوں کی طرح خود افراسیاب اور ملکہ حیرت بھی سنّاٹے میں آ

گئے۔ اُنہوں نے نقلی صرصر کو گھور کر دیکھا تو وہ بولی۔ ”عالی جاہ! اصلی عُمرو یہی ہے جو سامنے کھمبے سے بندھا ہوا ہے۔ اور اصلی صرصر بھی میں ہی ہُوں۔ ضرور عُمرو کے کسی شاگرد نے میرا بھیس بنایا ہے اور یہاں آکر حضور کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ میں تخت کے نیچے چھُپ جاتی ہُوں تاکہ وہ مجھے دیکھ کر ہوشیار نہ ہو جائے جیسے ہی وہ داخل ہُوں حضور اُسے گرفتار کروا کے کھمبے سے بندھوا دیں۔ پھر میں ظاہر ہو کر اس کا بھانڈا پھوڑ دوں گی۔“

افراسیاب کو نقلی صرصر یعنی برق کی یہ بات پسند آئی۔ اُسے تخت کے نیچے جا چھُپنے کی اجازت دے کر اُس نے محافظوں کو ایک خاص جانب اِشارہ کیا اور چوب دار سے بولا۔ ”آنے دو!“

کچھ ہی دیر میں اصلی صرصر اصلی عُمرو کو لادے ہوئے دربار میں داخل ہوئی۔ فخر اور بے اِنتہا خُوشی کے مارے اُس کا دِل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی اُس نے اصلی عُمرو کو بوری سے نکال کر فرش پر ڈالا، کئی محافظوں نے پیچھے سے آکر اُسے جکڑ لیا۔

”عالی جاہ! انصاف!“ صرصر نے افراسیاب سے کہا۔ ”میں تو عُمرو جیسے

خطرناک عیّار کو گرفتار کر کے لائی ہُوں اور مُجھ سے ایسا سلوک کیا جا رہا ہے۔"

"خاموش مکّار!" افراسیاب دہاڑا۔ "مجھے دھوکا دینا چاہتا ہے تو ضرور عُمرو کا کوئی شاگرد ہے لیکن تجھے پتا نہیں کہ تجھ سے پہلے عُمرو گرفتار ہو کر یہاں پہنچ چکا ہے۔ وہ دیکھ! تیرا اُستاد کھمبے سے بندھا کھڑا ہے۔"

یہ کہہ کر افراسیاب نے محافظوں کو اِشارہ کیا تو وہ اُسے گھسیٹتے ہوئے ایک دوسرے کھمبے کے پاس لے گئے۔ وہ چیختی چلّاتی رہی۔ اپنے اصلی صرصر ہونے کا دعویٰ کرتی رہی۔ مگر کسی نے اُس کی ایک نہ سُنی۔ محافظوں نے اُسے کس کر کھمبے سے باندھ دیا۔ اسی موقع پر نقلی صرصر تخت کے نیچے سے نکل کر سامنے آئی۔ اصلی عُمرو فرش پر جوں کا توں بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ نقلی صرصر نے بے ہوشی دور کرنے والی خوشبو میں بھیگا ہوا رومال عُمرو کی ناک کے قریب پھینک دیا۔ رفتہ رفتہ عُمرو کو ہوش آنے لگا۔

اصلی صرصر نے جب دیکھا کہ اُس کی کوئی بات نہیں سُنی جاتی تو افراسیاب سے کہنے لگی۔ "عالی جاہ! اس نقلی صرصر کے دھوکے میں نہ آیئے۔ یا تو یہ خود

عُمرو ہے یا اس کا کوئی شاگرد۔ بہتر ہے کہ ہم میں کسی بات کا یقین نہ کیجیے۔ کتابِ سامری دیکھ کر فیصلہ کیجیے۔ جو جھوٹا ثابت ہو اُسے سزا دیجیے۔

اصلی صرصر کی یہ بات افراسیاب کے دل کو لگی۔ اُس نے چاہا کہ کتاب اُٹھا کر دیکھے، اصل حقیقت معلوم کرے۔ مگر اُسی لمحے نقلی صرصر یعنی برق فرنگی نے ہاتھ جوڑ کر اس سے کہا۔ "شہنشاہ عالی مقام! کتاب دیکھنے سے پہلے میری ایک بات سن لیجیے؟"

افراسیاب بولا۔ "کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

نقلی صرصر نے کہا۔ "راز کی بات ہے۔ کان میں کہوں گی۔"

افراسیاب نے اشارے سے اُس کی بات تسلیم کی۔ نقلی صرصر اس کے قریب جا پہنچی۔ پھر جونہی اُس نے اپنا کان نقلی صرصر کی طرف بڑھایا، نقلی صرصر نے بات کہنے کے بجائے ایک زور دار چپت اُس کے سر پر لگائی۔ اُس کا تاج چھین کر جھولی میں رکھا اور چادرِ جمشید سر پر اُوڑھتے ہوئے نعرہ لگایا۔ "اے افراسیاب! جو کر سکتا ہے کر لے۔ میں ہُوں برق فرنگی، عُمرو کا شاگرد۔"

برق کی اِس حرکت پر افراسیاب سمیت سارے درباری سنّاٹے میں آ گئے۔

عُمرو ہوش میں آ چکا تھا۔ برق کا نعرہ اُس کے کان میں پہنچ چکا تھا۔ اُس نے بھی اُٹھ کر نعرہ لگایا۔ ”ہوشیار ہو افراسیاب! عُمرو اب آزاد ہے۔“ اب جا کر سارے درباری اور محافظ چونکے۔ افراسیاب اپنے آپ میں آیا۔ ملکہ حیرت للکاری۔ ”دونوں مکّاروں کو پکڑلو! خبر دار جانے نہ پائیں۔“

عُمرو نے فوراً عیّاری کی چادر اُوڑھ لی اور سب کی نگاہوں سے روپوش ہو کر درباریوں کا مال اُڑا کر زنبیل میں رکھنے لگا، کوئی اپنے بازو بند کو رونے لگا، کوئی انگوٹھی کو۔ کوئی پکارا۔ ”میرا ہار غائب ہو گیا۔“ کوئی چلّایا۔ ”میرا کنگن اُتر گیا۔“

جادُوگر اور محافظ عُمرو کو تو نہ دیکھ سکتے تھے، البتہ برق فرنگی اُن کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ سب چاروں طرف سے اُس پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن چادرِ جمشید کی وجہ سے کِسی کا جادُو اُس پر اثر نہ کر سکا۔ کوئی محافظ اُس کے قریب نہ پہنچ سکا۔ برق سبھوں کو للکارتا افراسیاب کو بُرا بھلا کہتا دربار سے نِکل گیا اور شہر میں جا کر لوٹ مار کرنے لگا۔ عُمرو بھی کچھ دیر بعد شہر کے گلی کوچوں میں جا پہنچا اور راہ گیروں اور دُکان داروں پر بے دریغ ہاتھ صاف کرنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر

میں ہر طرف کہرام مچ گیا۔ جسے دیکھو دہائی دیتا۔ "ہائے میں لُٹ گیا! میری زندگی بھر کی کمائی کمائی چھِن گئی!"

شہر کے وہ لوگ جو ابھی اِس لُوٹ مار سے محفوظ تھے، اصل حقیقت سے بے خبر تھے۔ اِس ہنگامے سے یہ سمجھے کہ دُشمن کی کوئی فوج چڑھ آئی ہے اور من مانی کرتی پھِر رہی ہے۔ بہت سے لوگ شہر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہوشیار ہوشیار! مدد مدد! پکارتے گُنبدِ نُور جا پُہنچے اور شہنشاہ افراسیاب سے فریاد کرنے لگے۔

افراسیاب نے دُشمن کی فوج کے حملے کی افواہ سُن کر فوراً جادُوگروں کی ایک فوج روانہ کی۔ ساتھ ہی خُود بھی ملکہ حیرت سمیت گُنبدِ نُور سے نیچے اُتر آیا اور جنگی تیاریاں کرنے لگا۔ ملکہ حیرت نے دشمنوں کو غارت کرنے کے لیے جادُو کے زور سے سینکڑوں طلِسمی اژدھے پیدا کیے جو شہر کے گلی کوچوں میں پھیل کر سامنے آنے والے ہر شخص کو ہڑپ کرنے لگے۔ صدہا شہریوں کے علاوہ افراسیاب کی فوج کے کتنے ہی جادُوگر بھی ان اژدھوں کی خوراک بنے۔

کچھ دیر بعد یہ سمجھ کر کہ دونوں عیّار اور دُشمن کے فوجی ہلاک ہو چکے ہُوں

گے، ملکہ حیرت نے اپنے پیدا کیے ہوئے اژدھوں کو منتر پڑھ کر دفع کیا۔
جن گلیوں اور سڑکوں پر اژدھوں نے یلغار کی تھی وہاں سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ کچھ
دیر بعد ایک گلی سے افراسیاب کی فوج کا ایک جادُوگر آتا دکھائی دیا۔ اُس کی
پیٹھ پر ایک گھڑی سی بندھی ہوئی تھی۔ افراسیاب نے اُسے اپنے قریب آنے
کا اشارہ کیا۔ جیسے ہی جادُوگر نے قریب پہنچ کر افراسیاب اور ملکہ کو سلام کیا،
افراسیاب نے پوچھا۔ " گٹھڑی میں کیا ہے؟"

جادُوگر نے گٹھڑی زمین پر رکھ دی اور بالا۔ "اس میں عُمرو کو باندھ کر لایا
ہُوں۔"

سب جھک کر گٹھڑی کو دیکھنے لگے۔ جادُوگر گٹھڑی کھولنے لگا۔ اوپر والی چادر
الگ ہونے پر ایک بوری نظر آئی جس کا منہ بندھا ہوا تھا۔ جادُوگر نے بوری
کے منہ والے حصّے کو اُٹھا کر اُوپر کیا۔ سب لوگ سانس روک کر اور نگاہیں جما
کر بوری کو دیکھنے لگے۔"

اب جادُوگر وہ تسمے کھولنے لگا جن سے بوری کا مُنہ باندھا گیا تھا۔ ہوتے ہوتے
آخری تسمہ رہ گیا۔ اُسی لمحہ جادُوگر بجلی کی سی پھُرتی کے ساتھ اپنی جگہ سے

چل کر افراسیاب کے تخت پر جا پہنچا، ایک زور دار چپت اُس کے سر پر لگائی اور تاج کو جھپٹ کر جھولی میں رکھتے ہوئے للکارا:

"او افراسیاب! جو بگاڑ سکتا ہو بگاڑ لے۔ میں برق فرنگی ہوں۔ یہ دوسرا تاج بھی میرا ہے۔"

افراسیاب اور اُس کے خیر خواہ سنّاٹے میں آ گئے۔ برق نے چادرِ جمشید اوڑھی اور شہر کی سمت بھاگ کھڑا ہوا۔ جادُوگروں اور محافظوں نے اس پر طرح طرح کے وار کیے مگر وہ اُن سے بچ کر شہر میں داخل ہو گیا اور پہلے کی طرح پھر دولت مندوں، تاجروں اور جوہریوں کو لوٹنے لگا۔ شہر میں پھر کہرام مچنے لگا۔

صنعت سحر ساز، افراسیاب کی ایک وزیر تھی۔ جادُوگری میں بے نظیر تھی۔ اس نے جو برق کو صاف بچ کر جاتے دیکھا تو سخت جوش میں آئی۔ ایک خاص منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ افراسیاب اور ملکہ حیرت کے سوا جتنے بھی لوگ شہر ناپُرساں میں تھے۔ سب کے سب بے ہوش ہو گئے۔ چند لمحوں بعد صنعت نے ایک دوسرا منتر پڑھا۔ اِس شرط کے ساتھ کہ جو بھی دُشمن ہو وہ تو بے

ہوش رہے، باقی سب ہوش میں آ جائیں۔ منتر نے اپنا اثر دکھایا تو اُس نے سپاہیوں اور جادُوگروں کو حکم دیا۔ ”شہر کے گلی کوچوں میں پھیل جاؤ جو آدمی بھی بے ہوش ملے باندھ کر لے آؤ۔“

کچھ دیر بعد شمیمہ عیّارہ، صرصر کی شاگرد، ایک سمت سے آئی اور افراسیاب کو سلام کر کے ادب سے کھڑی ہو گئی۔ افراسیاب نے اشارے سے اُسے قریب بُلایا اور کہنے لگا۔ ”اے شمیمہ! تیری عیّاری آخر ہمارے کِس دن کام آئے گی، عُمرو اور برق نے شہر میں اُودھم مچا رکھا ہے۔ کیا تُو انہیں گرفتار کرنے کا حوصلہ نہ دکھائے گی؟“

شمیمہ نے آگے بڑھ کر سر جھکایا اور بولی۔ "عالم پناہ! یہ کام میرے لیے زیادہ مشکل نہیں۔ مگر اس سلسلے میں ایک اہم بات حضُور کو بتانا ضروری سمجھتی ہوں۔“

یہ سُن کر افراسیاب نے سپاہیوں اور جادُوگروں کو دور ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ اور جب وہ تنہا رہ گیا تو شمیمہ اُس کے اور قریب ہو گئی۔ افراسیاب نے جھک کر اپنا کان اُس کے مُنہ کے قریب کیا۔ دوسرے ہی لمحے شمیمہ نے افراسیاب

کے سر پر ایک زور دار چپت لگا کر اُس کا تیسرا تاج بھی جھپٹ لیا اور نعرہ لگایا:

"او ملعون! میں شمیمہ نہیں، برق فرنگی ہُوں۔ جو کر سکتا ہو کر لے۔"

اس مرتبہ افراسیاب نے اُسے دبوچ لینا چاہا مگر برق نے پھُرتی سے ڈُبکی لگائی اور صاف بچ کر نکل گیا۔ افراسیاب کے جادُوگروں نے اُس پر جادُو کے ناریل اور انڈوں وغیرہ کی برسات کر دی۔ مگر چادرِ جمشید اوڑھ کر وہ صاف بچ کر نکل گیا۔ جادُو کا کوئی وار اس پر کارگر نہ ہو سکا۔ اِسی چادر کی وجہ سے وہ صنعت سحر ساز کے جادُو سے بھی بے ہوش نہ ہو سکا تھا۔ اور عُمرو بے ہوش ہونے سے یوں بچ گیا کہ اُس نے حضرت دانیال کی کرامتی چادر تان لی تھی۔

برق کر غائب ہوتا دیکھ کر افراسیاب کے وزیر سرمایہ برف انداز کو بڑا تاؤ آیا۔ اس نے سحر پڑھ کر تالی بجائی۔ اِکبارگی قلفی جما دینے والی سرد ہوائیں چلنے لگیں۔ کچھ دیر بعد سردی اتنی بڑھی کہ سارے جاندار ٹھٹھرنے لگے۔ غریب غربا کے بدن اکڑنے اور ہر شخص کے دانت بجنے لگے۔ ہوتے ہوتے سردی جب اتنی بڑھ گئی کہ لاتعداد لوگ مرنے لگے تو سرمایہ برف انداز نے اپنا اثر ختم کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پھر پہلے جیسا موسم ہو گیا۔ سرمایہ برف انداز کو

یقین ہو گیا کہ برق اور عُمرو طلسمی سردی سے ہلاک ہو چکے ہُوں گے۔ اُس نے جادُوگروں کو حکم دیا کہ ان کی لاش ڈھونڈ کر لے آئیں۔ صدہا جادُوگر شہر کے گلی کوچوں میں پھیل گئے۔ اور مرے ہوئے لوگوں میں عُمرو اور برق کی لاشیں تلاش کرنے لگے۔

کچھ دیر بعد ایک جادُوگر بڑے فخر کے ساتھ چلتا ہوا آیا اور افراسیاب کو سلام کر کے اُس کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک کٹا ہوا سر لٹک رہا تھا۔ افراسیاب نے اُس سے پوچھا۔ "یہ کس کا سر ہے؟" جادُوگر نے ادب سے جواب دیا۔ "عالم پناہ! میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ جب اِس سر کو اُوپر اُچھالتا ہُوں تو اِس کے منہ سے آواز آتی ہے کہ "میں برق فرنگی ہوں۔"

افراسیاب نے کہا۔ "اچھا! ذرا اُسے میرے سامنے تو اُچھالو۔"

جادُوگر نے کٹے ہوئے سر کو کئی چکر دیے اور پھر زور سے اُوپر اچھال دیا۔ وہ کافی بلندی تک اُوپر اُٹھتا چلا گیا۔ افراسیاب اور اُس کے مصاحب غور سے اُسے دیکھنے لگے۔ اچانک اُس جادُوگر نے افراسیاب کے سر پر ایک زور دار

دھپ لگائی، تاج کو جھپٹ کر جھولی میں دیکھا اور نعرہ بلند کیا:

”او احمق! میں ہی برق فرنگی ہوں۔“

افراسیاب نے سب کے سامنے برق سے یہ چوتھی چپت کھائی تھی اور چوتھا تاج گنوایا تھا۔ اس کے تھے اور شرمندگی کی انتہا بردی۔ اس کے سپاہیوں اور جادُوگروں نے فوراً برق کو گھیرے میں لے لیا۔ برق چادرِ جمشید اوڑھ کر وہ ہنستا کھیلتا ان کا گھیرا توڑ کر نکل گیا۔ کوئی ہتھیار اور جادُو سے نشان بن پہنچا سکا۔ افراسیاب کے تیسرے وزیر باغبان قُدرت نے برق کو ایک گلی میں جا کر غائب ہوتے دیکھا تو اُس کا خون کھول اُٹھا۔ غصّے میں آکر اس نے اپنے گلے میں پڑا ہوا پھُولوں کا ایک ہار توڑا اور کوئی منتر پڑھ کر شہر کی سمت اُچھال دیا۔ آن واحد میں ہر طرف گلاب کے تختے لہلہانے لگے۔ پھولوں کے اندر سے لال جیسے پرند نکلے اور اِدھر اُدھر اُڑتے ہوئے عُمرو اور برق کو تلاش کرنے لگے۔ خاصی دیر تک وہ شہر کے گلی کوچوں اور میدانوں میں منڈلاتے رہے۔ لیکن عُمرو حضرت دانیال کے سائبان کے نیچے ہونے کی وجہ سے اور برق چادرِ جمشید اوڑھے رہنے کے سبب ان پرندوں کو دکھائی نہ دیے۔ آخر وہ ہر شخص

کے سروں پر بیٹھنے لگے۔ جیسے ہی وہ کِسی کے سر پر بیٹھتے ویسے ہی وہ مست ہو کر نعرہ لگاتا، اپنا گریبان چاک کرتا اور دیوانہ ہو کر جنگل کی راہ لیتا۔ تھوڑی ہی دیر میں شہر کی گلیاں اور سڑکیں دیوانوں سے بھر گئیں۔ پاگلوں کے ہجوم طرح طرح کی حرکتیں کرتے، غُل غپاڑہ مچاتے، جنگل کی سمت بھاگنے لگتے۔

باغبانِ قدرت خاموشی سے یہ تماشا دیکھتا رہا۔ آخر جب اُسے یقین ہو گیا کہ عُمرو اور برق بھی پاگل ہو گئے ہُوں گے تو اس نے اپنا جادُو ختم کیا۔ پرندے اور پھُولوں کے تختے غائب ہو گئے۔

برق اور عُمرو اب تک شہر ناپُرساں میں ہنگامہ آریائی کرتے رہے تھے۔ مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ افراسیاب کے جادُوگر اُن کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور ان کی وجہ سے شہر کے ہزاروں بے گناہ طرح طرح کی مُصیبت میں مبتلا ہو رہے ہیں تو وہ وہاں سے چل دیے۔

اسی وقت ایک جانب سے ہزاروں گھنٹوں کی آوازیں آنے لگیں اور گُنبدِ نور کے سامنے موجود مجمع میں کھلبلی مچ گئی۔ اچانک شہنشاہ افراسیاب تختِ رواں پر بیٹھا اس مجمع کی طرف آتا دکھائی دیا۔ سب حیران تھے کہ ایک افراسیاب ان

کے درمیان پہلے ہی موجود تھا، یہ دوسرا کہاں سے آ گیا! آنے والے افراسیاب کی ہیبت پہلے والے سے زیادہ تھی۔ سب بے خود ہو کر اُس کے قدموں پر ِگر گئے۔ آنے والے افراسیاب نے پہلے والے افراسیاب سے کہا۔

”اب تمہارا کام ختم ہوا۔ چلے جاؤ۔ جب دوبارہ طلب کروں تو حاضر ہو جانا۔“

پہلے والے افراسیاب نے یہ سُنتے ہی ادب سے سر جھکایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہوا میں بُلند ہوا اور غائب ہو گیا۔

ملکہ حیرت نے یہ دیکھ کر افراسیاب سے کہا۔ ”شہنشاہ اصل کا اقبال بلند ہو۔ میں تو دھوکا کھا گئی تھی کہ آپ ہی اصل افراسیاب ہیں۔ اب مجھے یاد آیا حضور نے پہلے ہی مُجھے بتا دیا ہے۔ شکر ہے کہ آپ اس بے ادبی سے بچ گئے جو برق نے آپ کی شبیہ کے ساتھ کی تھی۔ وہ مردُود چار تاج اُڑا کر لے گیا۔“

باغبان قدرت نے آگے بڑھ کر افراسیاب سے کہا۔ ”بہرحال حضور! میں نے اُس سے گستاخی کا بدلے لے لیا ہے۔ اب برق اور اس کا اُستاد عُمرو دونوں پاگل ہو کر جنگل میں مارے مارے پھر رہے ہُوں گے۔“

افراسیاب نے فوراً کتابِ سامری کھول کر دیکھی اور باغبان قدرت کو جواب

دیا:

”تمہارا خیال غلط ہے۔ دونوں عیّار شہر ناپُرساں سے رُخصت ہو چکے ہیں اور اپنے ٹھکانے کی طرف جا رہے ہیں۔ برق کے پاس چادرِ جمشید ہے اور عُمرو کے پاس پیغمبروں کے تبرک۔ کِسی کا کوئی جادُو اِن پر اثر نہیں کر سکتا۔ انہیں تو کوئی عیّارہ ہی گرفتار کر سکتی ہے۔“

صرصر عیّارہ یہ سُن کر آگے بڑھی اور ادب سے بولی:

”حضور! آپ کی یہ کنیز ایک بار عُمرو کو گرفتار کر چکی ہے۔ افسوس کہ برق نے دھوکا دے کر اُسے چھڑا لیا۔ اِجازت ہو تو پھر اُس کا پیچھا کروں؟“

افراسیاب نے اُسے اجازت دے کر روانہ کیا۔ اِس کے بعد اپنے وفاداروں پر نگاہ دوڑاتے ہوئے حسرت سے بولا:

”کیا تم میں کوئی ایسا نہیں جو بہار جادُو کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کرے؟“

”غلام یہ خدمت انجام دینے کے لیے حاضر ہے۔“ وادیٔ شہتوت کے جادُوگروں کے بادشاہ نمرُود جادُو نے آگے بڑھ کر ادب سے کہا۔ ”اب تک

میں یہ سمجھتا تھا کہ دوسرے لوگ یہ کام کر لیں گے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ یہ سہرا میرے ہی سر بندھنا ہے۔ اجازت دیجیے۔ تنہا جاؤں گا، ہنستے کھیلتے
بہار جادُو کو پکڑ لاؤں گا۔ اُس کی کیا حیثیت جو حضور کو فِکر میں مبتلا کرے۔"
"شاباش! تم نے میرا دل خوش کر دیا۔" افراسیاب نے کہا۔ "بس روانہ ہو جاؤ
اور جتنی جلدی ہو سکے اُسے گرفتار کر لاؤ۔"
نمرود نے افراسیاب کو سجدہ کیا اور ہوا میں اُڑتا ہوا مہ رُخ کے لشکر کی سمت
روانہ ہو گیا۔

عیّاروں کے حملے

برق فرنگی شہر ناپُرساں سے نِکل کر بڑی شان کے ساتھ مہ رُخ کے لشکر کی سمت چلا جا رہا تھا۔ چادرِ جمشید کو تہہ کر کے اُس نے جھولی میں رکھ لیا تھا اور افراسیاب کا چھینا ہوا ایک تاج سر پر جمائے ہوئے تھا۔ زندگی میں پہلی بار اُس نے جادُوگروں سے ڈنکے کی چوٹ مقابلہ کیا تھا اور افراسیاب جیسے حیرت ناک شہنشاہ اور زبردست ساحرِ کے سر پر چپت لگا کر اُس کے چار تاج چھینے تھے۔ اُس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ چھلانگیں بھرتے ہوئے وہ جوش میں آ کر کبھی کبھی فاتحانہ نعرے اور ترانے بھی گانے لگ جاتا تھا۔ لیکن ابھی وہ آدھا سفر طے کر پایا تھا کہ ایک جنگل گزرتے ہوئے اچانک شمیمہ صنوبر اور تیز نگاہ سے اُس کی مڈ بھیڑ ہو گئی۔ تینوں عیّارنیں لشکرِ مہ رُخ کی سمت سے شہر

ناپُرساں کی طرف چلی آرہی تھیں۔ برق فرنگی کے سر پر افراسیاب کا تاج دیکھتے ہی وہ بھوکی شیرنیوں کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑیں۔

برق فرنگی کو اپنے ساتھیوں سمیت اِن عیّارنوں سے لڑنے کا پہلے بھی ایک بار تجربہ ہو چکا تھا۔ وہ گھبرا گیا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ تنہا ہرگز اِن پر حاوی نہ ہو سکے گا۔ تینوں ہرنیوں کی طرح اُچھل اُچھل کر اس پر کمندوں اور خنجروں کے وار کر رہی تھیں۔ برق نے جان توڑ کر اپنا بچاؤ کرنے اور ان کا گھیرا توڑ کر نکل بھاگنے کی کوشش کی لیکن اس کی ہر کوشش ناکامیاب رہی۔ اُس کو اِتنا بھی موقع نہ مل سکا کہ وہ جھولی میں سے چادرِ جمشید نکال کر اوڑھ لے۔ رفتہ رفتہ اُس کی طاقت اور پھُرتی جواب دینے لگی۔ اپنی گرفتاری اُسے یقینی نظر آنے لگی۔

برق کی مایوسی اپنی حد کو پہنچ رہی تھی۔ بے بس ہو کر وہ ہتھیار ڈالنے کی سوچ رہا تھا کہ اُسی لمحے اچانک ایک سمت سے جانسوز کا نعرہ گونجا۔ تینوں عیّارنیں ہاتھ روک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے برق نے ڈُبکی لگائی اور اُچھل کر اُس طرف کو بھاگا جدھر سے نعرے کی آواز آئی

تھی۔ بجلی کی طرح تینوں عیّارنیں چمکیں اور برق پر جھپٹ پڑیں۔ برق سیدھا بھاگا چلا گیا۔ تھوڑی ہی دور پر جانسوز خنجر ہاتھ میں لیے عیّارنوں کو کھڑا للکار رہا تھا۔ برق اس کے قریب پہنچ کر رُک گیا۔ اِسی اثنا میں تینوں عیّارنیں بھی وہاں پہنچ گئیں، جانسوز کو دیکھ کر برق کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اُس نے پلٹ کر ایک زور دار نعرہ لگایا اور خنجر لے کر عیّارنوں پر پل پڑا، جانسوز نے بھی اُن پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے، خاصی دیر تک دونوں ٹولیوں میں جم کر زبردست جنگ ہوتی رہی۔ آخر جانسوز اور برق کو اندازہ ہو گیا کہ وہ مل کر بھی اِن عیّارنوں پر غلبہ نہ حاصل کر سکیں گے۔ اُنہوں نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا کہ اب جم کر لڑنے کے بجائے بھاگ دوڑ کر لڑو اور موقع پاتے ہی بچ کر نکل جاؤ۔

اس فیصلے کے مطابق اُنہوں نے دو مختلف سمتوں کو ہٹنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو عیّارنوں نے جانسوز کو گھیرا اور ایک برق سے اُلجھی رہی۔ جلد ہی دونوں عیّارنوں نے دائیں بائیں بھاگنا شروع کر دیا۔ اس افراتفری میں برق کو جان چھڑانے کا موقع مل گیا۔ جھاڑیوں کی اوٹ میں ہو کر وہ ایک طرف کو

نکل گیا۔ جو عیّارہ اُس سے لڑ رہی تھی اُس نے خاصی دیر تک اسے تلاش کیا مگر جب کہیں پتا نہ پایا تو آ کر اپنی سہیلیوں سے مل گئی۔ وہ دونوں جان توڑ کر جانسوز کو گرفتار یا زخمی کرنے کی کوشش کر رہی تھیں مگر اب تک کامیاب نہ ہو سکی تھیں۔ یہ دیکھ کر تیسری عیّارہ نے بھی اُن کے ساتھ مل کر جانسوز پر وار کرنے شروع کر دیے۔

ایک بار جانسوز ایک عیّارہ کے خنجر کا وار بچانے کے لیے پیچھے کو اُچھلا مگر ایک پتھر سے ٹکرا کر گر پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ اُٹھ کر کھڑا ہوتا دو عیّارنوں نے پھُرتی کے ساتھ اس پر کمندیں پھینکیں۔ ایک کمند کے حلقے سے تو وہ پلٹا کھانے کی وجہ سے بچ گیا مگر دوسری کمند کا حلقہ اُس کی گردن میں جا پھنسا۔ اُس نے چاہا کہ خنجر کے وار سے وہ کمند کو کاٹ دے کہ تیسری کمند کے حلقے نے اُس کی کلائی جکڑ لی۔ ابھی وہ اپنی کلائی چھڑانے کی کوشش نہ کر پایا تھا کہ اِکبارگی بیہوشی کے سفوف سے بھرا ہوا ایک غبارہ اُس کے مُنہ پر آ کر پڑا۔ اُس نے ایک چھینک لی اور بے سُدھ ہو کر زمین پر لمبا ہو گیا۔ تینوں عیّارنوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ تیز نگاہ نے اپنے کپڑوں کی گرد جھاڑتے ہوئے صنوبر

سے کہا۔

"تم جانسوز کو باندھ کر لے جاؤ اور شہنشاہ کی خدمت میں پیش کرو۔ ہم دوسرے عیّاروں کی تلاش میں جاتے ہیں۔" یہ کہہ کر اُس نے شمیمہ سے کہا۔

"آؤ شمیمہ چلیں برق کو ڈھونڈیں۔"

تیز نگاہ اور شمیمہ برق کو ڈھونڈنے چل دیں۔ صنوبر نے جلدی جلدی جانسوز کو ایک چادر میں باندھا اور پیٹھ پر لاد کر شہر ناپُرساں کی سمت روانہ ہو گئی۔

اتفاق کی بات، تینوں عیّارنیں جانسوز کو بے ہوش کرنے کے بعد جب اپنے ہاتھ پیر جھاڑ رہی تھیں تو ضرغام شیر دل بھی اُن کے قریب آ پہنچا تھا۔ دور سے جب اس نے جانسوز کو بے ہوش پڑے دیکھا تو چپکے چپکے چلتا ہوا آیا اور قریب کے ایک درخت کی اوٹ میں چھُپ گیا۔ تینوں عیّارنوں پر حملہ کرنے اور لڑ کر جانسوز کو چھڑانے کا خیال اُسے مناسب معلوم نہ ہوا۔ وہ خاموشی کے ساتھ چھُپ کر دیکھنے لگا کہ اب یہ عیّارنیں کیا کرتی ہیں۔ عیّاروں نے اِس موقع پر آپس میں جو بات کی وہ اُس نے صاف سُن لی تھی۔ یہ جان کر اُس کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گی کہ صنوبر تنہا جانسوز کو لے کر شہر ناپُرساں کی

طرف جائے گی۔ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ راستے میں وہ جانسوز کو چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

جب تیز نگاہ اور شمیمہ ایک طرف کو چل دیں اور صنوبر نے جانسوز کو پوٹلی بنا کر شہر ناپُرساں کی راہ لی تو کچھ دیر ضرغام چھُپتا چھُپاتا صنوبر کے پیچھے چلتا رہا۔ اس کے بعد وہ چکّر کاٹ کر اس سے آگے نکل گیا۔ راستے میں اس نے ایک جگہ کمند کا پھندا بچھایا اور اُسے گھاس اور پتّوں سے چھُپا کر کمند کے سرے کو ہاتھ میں لیے ایک قریبی جھاڑی میں چھُپ کر بیٹھ رہا تاکہ جیسے ہی صنوبر پھندے کے اندر پیر رکھے، سرے کو کھینچ کر اُسے پھانس لے۔ تھوڑی دیر میں صنوبر اس جگہ پہنچ گئی۔ چھُپا ہوا پھندا دم بہ دم اُس کے قریب ہونے لگا۔ ضرغام نے سانس روک لی اور کمند کا سرا کھینچنے کے لیے سنبھل بیٹھا۔ پھندا صنوبر سے چار قدم کے فاصلے پر رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے یہ فاصلہ تین قدم کا تھا۔ پھر فوراً ہی دو قدم رہ گیا۔ ایک قدم اور بڑھا اور پھندے میں گرفتار ہونے کے لیے بس اسے ایک قدم اور اُٹھانا تھا۔ اس نے قدم آگے بڑھایا۔ یہ قدم ٹھیک پھندے کے بیچوں بیچ پڑتا تھا۔ ضرغام کمند کے سرے کو جھٹکا دینے

کے لیے مستعد ہو گیا۔ لیکن اچانک صنوبر نے جانے کیسے خطرے کو بھانپ لیا۔ اُٹھا ہوا قدم اُس نے پیچھے ہٹا لیا۔ ضرغام نے مُستعد ہونے کے لیے اپنے جسم کو حرکت دی تھی۔ شاید اس کی وجہ سے جھاڑی میں سرسراہٹ کی ہلکی سی آواز پیدا ہو گئی تھی اور یہ آواز سُن کر صنوبر کو شک ہو گیا تھا کہ اِرد گرد کوئی چھُپا ہوا ہے۔

اس نے جانسوز کی پوٹلی کو پیٹھ سے اُتار کر زمین پر رکھ دیا اور چوکنّا ہو کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے للکاری۔ ”او عیّار! میں نے تُجھے دیکھ لیا ہے۔ ہمّت ہے تو سامنے آ کر مقابلہ کر۔“

ضرغام سمجھا کہ شاید اُس نے مجھے دیکھ لیا ہے اب چھپنا بے کار ہے۔ پھر بھی اِکبارگی سامنے آنا اُس نے مناسب نہ سمجھا۔ دوسرے ہی لمحے صنوبر نے گوپیا میں ایک پتھر لگا کر اُس جھاڑی کی طرف پھینکا جس میں ضرغام چھُپا ہوا تھا۔ پتھر ضرغام کے سر سے انچ بھر اُونچا ہو کر نِکل گیا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ واقعی صنوبر نے اُس کا پتا چلا لیا ہے۔ وہ جھاڑی سے باہر نکلنے ہی والا تھا کہ صنوبر نے ایک اور پتھر دوسری جانب کی جھاڑیوں کی طرف پھینکا اور اس طرف مُنہ کر

کے پُکاری۔ ”اگر تو چھپا رہا تو پتھروں کی برسات سے تیرا بھُرکس نکال دوں گی۔“ اب جا کر ضرغام کو اندازہ ہوا کہ صنوبر نے اُسے نہیں دیکھا۔ وہ پھندے کے سرے کو جھٹکا دینے کے لیے مستعد ہو بیٹھا۔

اس کا خیال صحیح تھا۔ چند بار اور اِدھر اُدھر پتھر مارنے اور للکارنے کے بعد صنوبر کا وہم جاتا رہا۔ وہ سمجھی کہ کوئی چوہا وغیرہ جھاڑیوں میں کودا ہو گا اور اسی کی سرسراہٹ میں نے سُنی ہو گی۔ یہ رائے قائم کر کے اُس نے اِطمینان کے ساتھ جانسوز کی پوٹلی اٹھائی اور بے دھڑک ہو کر چھُپے ہوئے پھندے کے بیچ میں پیر رکھ دیا۔ ضرغام اِسی موقع کا منتظر تھا۔ اُس نے کمند کے سِرے کو زور سے جھٹکا دیا۔ فوراً ہی صنوبر کا پیر پھندے میں چلا گیا۔ وہ سمجھی کوئی سانپ لپٹا ہے۔ چونک کر پیر کو جھٹکا دیا اور جست لگائی۔ اسی لمحے ضرغام نے کمند کو پُوری قوّت سے اپنی طرف کھینچ لیا۔

صنوبر پوٹلی سمیت مُنہ کے بل زمین پر آ ہی۔ ضرغام نے اُسے سنبھلنے کی مُہلت نہ دی۔ چھلانگ لگا کر اُس کے اُوپر جا پہنچا اور غُبارۂ بے ہوشی اُس کے مُنہ پر مار کر بے بس کر دیا۔ اس کے بعد وہ جانسوز کی طرف بڑھا۔ وہ پوٹلی میں بندھا

پڑا تھا۔ ضرغام نے چادر کی گانٹھیں کھول کر اُسے نِکالا اور بے ہوشی دور کرنے والا عطر سُنگھانے لگا۔ جلد ہی جانسوز ہوش میں آ گیا۔ ضرغام کو اپنے سامنے دیکھ کر اُسے بڑی تسلّی ہوئی۔ اُس نے صنوبر کو بے ہوش پڑا دیکھا تو ضرغام سے کہنے لگا کہ "جلدی سے اِسے باندھ کر لشکر میں لے چلو۔ اِس جنگل میں اور بھی عیّارنیں گھوم رہی ہیں۔ ایسا نہ ہو ہمیں دیکھ لیں۔"

"میرے ہوتے ہوئے کِس کی مجال جو اِسے چھُڑانے کی کوشش کرے۔" ضرغام نے ڈینگ مارتے ہوئے کہا۔ "جتنی عیّارنیں سامنے آئیں گی سب کو باندھ لُوں گا۔"

جانسوز نے مُنہ کھولا ہی تھا کہ ایک جانب سے آواز آئی۔ "بد بختو! ہوشیار ہو جاؤ۔ تمہاری مصیبت آ پہنچی۔"

دونوں عیّار چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگے۔ عیّارنوں کی اُستاد صرصر چمچماتا ہوا خنجر ہاتھ میں لِیے اُن کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ افراسیاب سے وعدہ کر کے عُمرو کی تلاش میں شہر ناپُرساں سے نِکلی تھی۔ اِن دونوں عیّاروں کو دیکھ کر پہلے اُس نے خیال کیا کہ اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ کر آگے بڑھ

جائے، مگر جب اُس نے صنوبر کو اُن کے سامنے زمین پر بے ہوش پڑا پایا تو اُسے اُن کی قید سے چھڑانے کے لیے للکارتی ہوئی سامنے آگئی۔

ضرغام اور جانسوز نے سمجھا کہ وہ دونوں مل کر اُس کو قابو میں کر لیں گے۔ فوراً ہی ایک نے دوسرے کو اشارہ کیا۔ دونوں خنجر کھینچ کر نعرہ لگاتے ہوئے صرصر پر ٹوٹ پڑے۔ وہ بلا کی شمشیر زن تھی، جلد ہی دونوں کو اندازہ ہو گیا کہ اُس پر فتح پانا آسان نہیں ہے۔ دونوں سنبھل سنبھل کر لڑنے لگے۔ صرصر کبھی اُن کو زخمی کرنے میں کامیاب نہ ہوئی۔ لڑائی لمبی ہوتی جا رہی تھی اور صرصر اُن سے الجھ کر زیادہ وقت خراب نہ کرنا چاہتی تھی۔ اُسے بس عُمرو کو گرفتار کرنے کی لگن تھی۔ ضرغام اور جانسوز سے لڑنے کا مقصد اُس کے نزدیک صرف یہ تھا کہ صنوبر کو اُن کے چنگل سے آزاد کرایا جائے، یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے اُس نے تابڑ توڑ حملے کر کے ضرغام اور جانسوز کو پیچھے ہٹانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں بڑھتے بڑھتے وہ صنوبر کے قریب آ پہنچی۔ ضرغام اور جانسوز پیچھے ہٹتے گئے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُس نے بے ہوشی دُور کرنے والا عطر صنوبر کے منھ پر چھڑک دیا، ساتھ ہی ضرغام اور

جانسوز کو اور پیچھے دھکیلنے لگی۔

صنوبر کو زور کی چھینک آئی اور وہ ہوش میں آ کر اُٹھ بیٹھی۔ اپنی استانی کو دو عیّاروں سے لڑتا دیکھ کر جلدی جلدی اُس نے کمند کا پھندا اپنے پیر سے کھولا۔ اور خنجر نکال کر وہ بھی عیّاروں سے لڑنے لگی۔ اس موقع پر صرصر نے صنوبر کو ایک خاص اشارہ کیا، اور صنوبر نے جانسوز کو اپنی طرف متوجّہ کر کے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں وہ دونوں دور نکل گئے۔ اب سب نے بھاگ بھاگ کر پلٹنا اور لڑنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ اس طرح مقابلہ کرنے کے بعد ایک طرف صرصر اور دوسری طرف صنوبر عیّاروں کو چکر دے کر غائب ہو گئیں۔ صنوبر شہر ناپُرساں کی طرف چل دی۔ صرصر دوسری سمت کو عُمرو کی تلاش میں روانہ ہو گئی۔ ضرغام اور جانسوز انہیں جنگل میں ڈھونڈتے رہ گئے۔

عُمرو شہر ناپُرساں سے نکل کر جانا تو چاہتا تھا اپنی فوج کی چھاؤنی کو مگر راستہ بھٹک کر کسی اور ہی طرف جا نکلا۔ غلطی کا اندازہ اُسے تب ہوا جب ایک مقام پر پہنچ کر اُس نے ایک خطرناک دریا اپنے سامنے بہتا پایا۔ اپنے خیال میں وہ صحیح راستے پر آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کر چکا تھا لیکن غلطی کا احساس کرنے

کے بعد جب اس نے زمین اور آسمان کو غور سے دیکھا تو پتا چلا کہ وہ اصل راستے سے بہت دور ہو چکا ہے۔ اب اس کے لیے دو ہی باتیں ممکن تھیں۔ یا تو دریا کے کنارے کنارے دائیں جانب اُس وقت تک چلتا رہے جب تک اُس کا موڑ ختم ہو اور صحیح راستہ مل جائے یا پھر دریا کو پار کر کے آگے بڑھے اور نیا راستہ تلاش کرے، واپس شہر ناپُرساں طرف جانا اُسے ہر لحاظ سے غیر مناسب نظر آیا اور آگے بڑھنے کا خیال اُس نے دل میں جمایا۔ اب اُس کے لیے دریا کو پار کرنا ضروری ٹھہرا۔ اس فکر میں کبھی وہ دریا کے بائیں کنارے کے ساتھ دور تک جاتا، کبھی دائیں کنارے کے ساتھ۔ مگر پار کرنے کی کوئی موزوں جگہ نہ پاتا۔ اس کوشش میں گھنٹوں گزر گئے۔ پے در پے ناکامی سے وہ سخت پریشان ہو گیا۔

عُمرو اسی اُلجھن میں تھا کہ صرصر اُسے ڈھونڈتی ہوئی اُدھر آ نِکلی۔ دور ہی سے اُس نے عُمرو کو پریشانی کی حالت میں اِدھر اُدھر چکر لگاتے دیکھ لیا۔ وہ عُمرو کی لالچی طبیعت سے واقف ہو چکی تھی۔ درختوں اور جھاڑیوں کی اوٹ میں چھپتی چھپاتی احتیاط کے ساتھ وہ اس راستے پر جانکلی جس پر عُمر گردن جھکائے آہستہ

آہستہ چلا جا رہا تھا۔

ایک جگہ پر رُک کر اس نے اشرفیوں کی ایک تھیلی نکالی۔ ہر اشرفی پر عطر بے ہوشی ملا۔ پھر تھیلی کو موڑ کی جھاڑی میں اس طرح چھپا کر رکھ دیا کہ تھیلی کا کھلا ہوا مُنہ راستے کی طرف رہا اور اُس میں کئی اشرفیاں نکل کر زمین پر پھیل گئیں۔ یہ کام کر کے وہ قریب کے ایک موٹے درخت کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گئی۔ تیر نشانے پر لگا۔

عُمرو جب اس موڑ پر پہنچا تو اس کی نظر اشرفیوں اور تھیلی پر پڑی۔ وہ اپنی ساری پریشانی بھُول گیا۔ اس نے جھاڑی میں سے تھیلی کھینچ نکالی اور اشرفیاں گننے کے شوق میں تھیلی کو دامن میں اُلٹ دیا لیکن اس سے زیادہ وہ کچھ کر نہ سکا۔ تھیلی کے پلٹتے ہی اشرفیوں میں سے عطر بے ہوشی کا بھبھکا اُٹھا اور اُس کی ناک میں داخل ہو گیا۔ ایک چھینک آئی اور پھر وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔

صرصر اسی موقع کی منتظر تھی۔ درخت کی اوٹ سے نکل کر وہ عُمرو کے پاس آئی، جلدی جلدی اُسے چادر میں لپیٹ کر گٹھڑی بنالی اور پیٹھ پر لاد کر تیزی

کے ساتھ شہر ناپُرساں کی طرف چل دی۔

برق کو ان چار تاجوں کی بڑی فکر تھی جو وہ نقلی افراسیاب سے چھین لایا تھا۔ وہ جلد سے جلد اپنے ڈیرے میں پہنچ کر اُنہیں محفوظ کر دینا چاہتا تھا۔ ایک بار عیّارنوں کے نرغے میں آ جانے کے بعد اسے خوف پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں تاج اُس کے ہاتھ سے نہ جاتے رہیں۔ چنانچہ عیّارنوں کے خوف سے سیدھے راستے سے لشکر جانے کی بجائے اُس نے راستہ بدل دیا اور اُس سمت میں چل دیا جدھر عُمرو گیا تھا۔ سفر طے کرنے کے بعد وہ اُس دریا کے قریب جا پہنچا جِس نے عُمرو کو پریشان کر دیا تھا۔ ایک اُونچی جگہ رُک کر وہ دریا کے پاٹ کا جائزہ لے رہا تھا کہ اچانک اُس کی نگاہ ایک عیّارن پر جا پڑی جو پیٹھ پر ایک گٹھڑی لادے ہوئے تیزی سے اُس کی طرف چلی آ رہی تھی۔ غور سے دیکھنے پر اُسے جلد ہی پتا چل گیا کہ نظر آنے والی عیّارن صرصر ہے۔ اُس کا ماتھا ٹھنک گیا۔

"ضرور صرصر میرے کسی ساتھی کو گرفتار کر کے لا رہی ہے۔" اُس نے دل میں سوچا اور چاروں طرف دور دور نگاہیں دوڑانے لگا۔ جب اُسے یقین ہو گیا

کہ صرصر کے آگے پیچھے دوسری کوئی عیّارہ نہیں ہے تو جلدی جلدی اُس نے تیز نگاہ کا بھیس بھرا، جسم پر جابجا نقلی زخم لگائے۔ کپڑوں کو نقلی خون میں تر کیا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

اور جب اُس مقام پر پہنچی تو اُسے دیکھ کر سمجھی کہ کوئی عیّار اُس کی شاگرد کو زخمی کر کے بھاگ گیا ہے۔ فوراً ہی اُس نے گٹھڑی پیٹھ سے اُتار کر زمین پر رکھی اور نقلی تیز نگاہ کے زخموں کا جائزہ لینے لگی۔ اس موقع پر برق نے مُٹھّی میں دبا ہوا غُبارۂ بے ہوشی اُس کے مُنہ پر کھینچ مارا۔ ان واحد میں صرصر کو ایک چھینک آئی اور وہ بے ہوش ہو کر دھڑام سے گر پڑی۔ برق نے جلدی سے اُٹھ کر گٹھڑی کھولی، عُمرو کو بے ہوش پا کر اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اُستاد اِس طرح صرصر کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔ جلدی جلدی اُس نے اپنا حلیہ ٹھیک کیا اور اُستاد کو بے ہوشی دور کرنے والا عطر سنگھانے لگا۔ اتّفاق سے ہوا کا رخ عُمرو کی طرف سے صرصر کی طرف تھا اور وہ زیادہ فاصلے پر بھی نہ تھی۔ برق نے اس بات کا کوئی احساس نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عُمرو کے ساتھ ساتھ صرصر بھی ہوش میں آ گئی۔ اس نے عُمرو کو آزاد اور

ہوشیار دیکھا اور ساتھ ہی ایک دوسرے عیّار کو بھی قریب بیٹھا محسوس کیا تو
ایک لمحہ ضائع کیے بغیر لیٹے لیٹے ایک زور دار چھلانگ لگائی اور گھاس میں جا
پڑی۔ برق اور عُمرو چونک کر اُس کی طرف لپکے لیکن وہ اُس کی گرد کو بھی نہ پا
سکے۔ درختوں اور جھاڑیوں کی اوٹ لے کر چھلانگوں پر چھلانگیں بھرتی ہوئی
وہ چھلاوے کی طرح اُن کی نگاہوں سے غائب ہو گی۔ لاچار ہو کر دونوں
عیّاروں نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا اور دریا کے کنارے کنارے چلتے ہوئے تیزی
کے ساتھ اپنی چھاؤنی کو روانہ ہو گئے۔

لشکر میں پہنچ کر دونوں نے سب کو اپنے اپنے کارنامے سنائے۔ وہاں دربار لگا
ہوا تھا۔ مہ رُخ، اسد، بہار جادُو، ملکہ فرمانیہ، دل آرام اور مہ جبین نے اُن کی
خوب خوب تعریف کی۔ اس موقع پر عُمرو نے برق سے چادرِ جمشید اور
افراسیاب کے چاروں تاج جھپٹ لیے۔ برق فریاد کرنے لگا تو عُمرو نے کہا۔
”بیٹے ابھی نا سمجھ ہو۔ اِس قسم کی اعلیٰ چیزوں کو نادانی سے برباد کر دو گے۔
تمہارا ہی مال ہے جب سمجھ دار ہو جاؤ تو لے لینا۔“

برق پہلے بیچارہ مُنہ بنا کر خاموش ہو گیا۔ دوسرے سب ہنسنے لگے۔ یہاں اس

قسم کی باتیں ہو رہی تھیں کہ نمرود جادُو جو افراسیاب سے بہار جادُو کو گرفتار کر لانے کا وعدہ کر کے چلا تھا۔ تنہا لشکر گاہ میں آ پہنچا۔ محافظوں نے اسے اجنبی سمجھ کر ٹوکا تو وہ جادُو کے زور سے ایک خوفناک پنجہ بن کر اُڑ گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ دربار میں تھا۔ بہار جادُو اس وقت عُمرو کی کِسی بات پر ہنس رہی تھی کہ نمرود جادُو نے اُسے جا دبوچا اور نعرہ لگایا۔ ”میرا نام نمرود جادُو ہے۔ بہار کو لیے جاتا ہُوں۔ جو کر سکو کرلو۔“

مہ رُخ، شکیل اور دوسرے لوگ اس ناگہانی واقعے کو پوری طرح سمجھ بھی نہ پائے تھے کہ نمرود جادُو بہار کو لے کر اُڑ چلا۔ سارے دربار اور چھاؤنی میں کھلبلی مچ گی۔ اپنی قسم کا یہ پہلا اور نرالا واقعہ تھا۔ اس سے پہلے نہ کسی دُشمن جادُوگر نے اِس طرح تن تنہا مہ رُخ کے لشکر میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔ نہ کوئی اس طرح بھرے دربار میں سب کے سامنے کسی کو اُڑا لے جانے میں کامیاب ہوا تھا۔ مہ رُخ، شکیل، فرمانیہ اور دوسرے جادُوگروں نے بے تحاشا نمرود پر جادُو کیے۔ ناریل، لیموں اور انڈے وغیرہ مارے لیکن اُس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ بہار جادُو کو لے کر اُڑتا ہوا ایک قریبی پہاڑ کی چوٹی پر

جا پہنچا۔ اور وہاں کھڑے ہو کر جادُو کے بھونپو کے ذریعے لشکرِ مہ رُخ کو للکارا۔

”اے باغیو! یہ نہ کہنا کہ تمہیں دل کی حسرت نکالنے کا موقع نہ ملا۔ میں یہاں اس پہاڑ پر ٹھہرتا ہُوں۔ جسے حوصلہ ہو آئے۔ بہار جادُو کو چھُڑالے جانے کی کوشش کرے۔“

نمرود جادُو کی اِس سینہ زوری کو دیکھ کر مہ رُخ کے لشکر کے سارے جادُوگروں کے حوصلے جواب دے گئے۔ سب پر اُس کی ہیبت چھا گئی۔ کسی نے جاکر اُس سے مقابلہ کرنے کی حامی نہ بھری۔

یہ رنگ دیکھ کر شہزادہ اسد جوش میں آ گیا۔ اور مہ جبین سے مخاطب ہو کر اُس نے کہا۔ ”بہار جادُو ہماری مہمان اور وفادار ہے۔ اُسے چھڑانا ہمارا فرض ہے۔ میں برداشت نہیں کرتا کہ ایک نابکار اِس طرح آسانی سے اُسے ہم سے چھین کر لے جائے۔ ہماری غیرت کا مذاق اُڑائے۔ مجھے اجازت دیجیے کہ میں ابھی پہاڑ پر جاتا ہُوں۔ یا بہار کو چھڑالاتا ہُوں یا اپنی جان قربان کرتا ہُوں۔“

مہ جبین شہزادہ اسد کے تیور دیکھ کر کانپ گئی۔ شہزادے کو ہاتھ کے اشارے

سے روکتے ہوئے اس نے کہا۔ ”شہزادے! نمرود غضب کا جادُوگر ہے۔
تمہیں اُس پر طاقت آزمائی کرنے کا ہرگز موقع نہ ملے گا۔ خواہ مخواہ اپنے آپ
کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ بہار جادُو کو چھڑانے کا خیال ہے تو اپنے دادا جان عُمرو
سے درخواست کرو۔ اُن کے علاوہ نمرود پر قابو پانا کسی کے لیے ممکن نہیں۔
شہزادہ اسد نے مہ جبین کے اِس خیال سے اِتّفاق کیا لیکن کیا عُمرو اِس مہم پر
جانے کے لیے آسانی سے تیار ہو گیا؟ کیا وہ بہار جادُو کو چھڑانے میں کامیاب
ہو گیا؟ اِن سوالوں کا جواب معلوم کرنے کے لیے طلِسم ہوش رُبا کا پانچواں
حصّہ ”عُمرو کا انجام“ پڑھیے۔